8/15

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ھدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ قَارِظٍ اَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ - رواہ مسلم والنسائی ولفظ خاتم الانبیاء وخاتم المساجد

ترجمہ:- عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ کہتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں سب انبیاء کے آخر میں ہوں اور میری مسجد بھی اب آخری مسجد ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی کے لفظ میں آخر کے بجائے دونوں جگہ خاتم کا لفظ ہے۔

۲- عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَ مَسْجِدِیْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَآءِ - رواہ الدیلمی و ابن النجار والبزار (الکنز)

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں انبیاء میں آخری نبی ہوں۔ اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں آخری مسجد ہے۔ اس حدیث کو دیلمی، ابن النجار اور بزار نے روایت کیا ہے۔

تشریح:- اس حدیث سے مسلم کی حدیث کی شرح ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ آپ کا مطلب یہ تھا جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کے ناموں سے دنیا میں مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اب آئندہ چونکہ کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے اس لئے کوئی نئی مسجد بھی کسی رسول کے نام سے تعمیر نہ ہو گی بلکہ یہ مسجد نبوی ہی انبیاء علیہم السلام کی مسجدوں میں آخری مسجد رہے گی۔

۳- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَخْبَرَ بِبَنِیْہِ فَجَعَلَ یَرٰی فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلٰی بَعْضٍ فَرَاٰی نُوْرًا سَاطِعًا فِیْ اَسْفَلِهِمْ قَالَ یَا رَبِّ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْنُكَ اَحْمَدُ هُوَ الْاَوَّلُ وَ هُوَ الْاٰخِرُ وَ هُوَ شَافِعٌ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ - (رواہ ابن عساکر کما فی الکنز)

ترجمہ:- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہیں ان کی اولاد بھی بتلائی۔ آدم علیہ السلام انہیں دیکھنے لگے کہ بعض بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان سب کے آخر میں ایک بلند نور دیکھا تو عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ کون ہیں؟ ارشاد ہوا یہ تمہارے فرزند احمدؐ ہیں۔ یہی سب سے پہلے نبی ہیں اور یہی سب سے آخر ہیں۔ یہی قیامت میں سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور ان ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہو گی۔ اس روایت کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

۴- عَنْ سَلْمَانَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ قَالَ جِبْرِیْلُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكَ یَقُوْلُ اِنْ كُنْتُ اصْطَفَیْتُ اٰدَمَ فَقَدْ خَتَمْتُ بِكَ الْاَنْبِیَآءَ وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ مِنْكَ عَلَیَّ (خصائص ج ۲ ص ۱۹۳)

ترجمہ:- سلمانؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کا پروردگار کہتا ہے اگر میں نے آدمؑ کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے (خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے) اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

تشریح:- اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کا نبیوں میں آخر ہونا صرف ایک زمانی تاخر نہیں ہے بلکہ خدا کے نزدیک وہ خاص فضیلت ہے جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے خصوصیات کے بالمقابل آپ کو مرحمت ہوئی ہے۔ عالم کا تدریجی ارتقاء بھی اسی کو مقتضی تھا۔ کہ اس کی آخری کڑی سب میں کامل و برتر ہو۔ اس لئے آخری نبی وہی ہونا چاہئے جو سب میں کامل اور سب سے اکرم ہو۔

۵- عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاهِلِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ وَ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ - رواہ ابن ماجۃ فی باب فتنۃ الدجال و ابن خزیمۃ والحاکم والضیاء (منتخب الکنز ج ۶ ص ۴۱)

ترجمہ:- ابو امامہ باہلیؓ ایک طویل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں انبیاء میں آخر ہوں اور تم امتوں میں آخر ہو۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے فتنۂ دجال کے باب میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ حاکم اور ضیاء الدین نے روایت کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

فون ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان	سعودی عرب، کویت، ایران، افریقہ ملایا، ہانگ کانگ، انگلینڈ
سالانہ :۔ گیارہ روپے	:۔ سالانہ :۔
ششماہی :۔ چھ روپے	عام ڈاک سے :۔ ۱۸٫۸۷ روپے
سہ ماہی :۔ تین روپے	ہوائی ڈاک سے :۔ ۵۴٫۰۰ روپے
فی پرچہ :۔ ۲۵ پیسے	

امریکہ :۔ عام ڈاک سے ۲۴ روپے ہوائی ڈاک سے ۸۳٫۰۰ روپے
بیرونی ممالک کیلئے چھ ماہ سے کم میعاد کیلئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا

جلد ۸ | ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۶۲ء | شمارہ ۱۵

مسلمانان افریقہ نے اقوام مغرب کا

دماغ درست کر دیا

افریقی مسلمانوں پر صدیوں سے یورپ کے کفن چوروں کا قبضہ تھا۔ تمام ممالک انہوں نے باپ کی میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کر رکھے تھے۔ تقریباً ایک صدی کے بعد افریقیوں نے خواب غفلت سے کروٹ لی۔ مگر بے دست و پا اور نہتے بہادر، جدید اسلحہ سے لیس بھاری افواج کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ایک عرصہ تک اہل مغرب کا تختۂ مشقِ ستم بنے رہے۔ اللہ عز و جل نے ان کے احساس و شعور کی قدر کی اور غیب سے ان کی امداد کے اسباب ہونے لگے۔

دنیا دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ روس اور امریکہ میں سرد جنگ کا آغاز ہؤا۔ ہر دو ممالک نے اپنے اپنے حلیف "تلاش کرنے شروع کئے تاکہ دشمن کے عزائم کو خاک میں ملانے اور اس کی طاقت پر ضرب کاری لگانے کے لیے ایٹمی اڈے بنائے جا سکیں دونوں طاقتیں ایک دوسرے کو محصور کرنے کے منصوبے سوچنے لگیں۔ چنانچہ اگر امریکہ نے ٹرکی، ایران، سعودی عرب، پاکستان اور تھائی لینڈ وغیرہ ممالک کو اپنا حلیف بنا کر روس کو نرغے میں لینے کی کوشش کی تو روس نے جنوبی امریکہ، شمالی افریقہ اور افغانستان جیسے ممالک کو اپنے ہاتھ میں لے کر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بیخ کنی کرنے کی ٹھان لی۔

اس صورتِ حال سے غیر جانبدار ممالک یا غیر جانبداری کا ڈھونگ رچانے والے ممالک کی بن آئی۔ انہوں نے زیادہ فائدہ اٹھایا اور دونوں طرف سے اپنی جھولیاں بھرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور وہ ہر دو طاقتوں کو جُل دے کر اپنا الو سیدھا کرنے میں منہمک ہیں اس کشمکش نے طول کھینچا تو محکوم ممالک نے بھی موقع کی نزاکت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اپنی اپنی جگہ سر اٹھائے۔ شمالی افریقہ میں مصر نے انگریزی سامراج سے چھٹکارا حاصل کیا، طرابلس نے اٹلی سے نجات پائی۔ مراکش اور ٹیونس فرانس کے چنگل سے نکل گئے اور الجزائری عوام کے جذبہ حریت اور قربانیوں نے فرانسیسی اقتدار کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

فرانس اور انگریزی سامراج کے مظالم نے مشرق وسطےٰ میں امریکی بلاک کے وقار کو کافی حد تک مجروح کیا اور فلسطین میں یہودی حکومت کی پشت پناہی نے تو امریکن ساکھ خاک میں ملا کر رکھ دی۔ کیونکہ عرب ممالک اسرائیلی حکومت کو اس صفحۂ ارض پر ایک رستا ہؤا ناسور تصور کرتے ہیں۔

امریکہ کے اس طرزِ عمل سے تمام عرب ممالک بیزار ہیں۔ اور اگر امریکہ نے اپنی پالیسی اسرائیل کے متعلق تبدیل نہ کی تو سارے افریقی ممالک اور عرب روس کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ اور امریکہ منہ دیکھتا رہ جائے گا۔

مشرق اقصیٰ میں نیوگنی کے تصفیہ میں اگرچہ امریکہ کا ہاتھ ہے اور اس طرح یہ گتھی سلجھ گئی ہے۔ لیکن انڈونیشیا جانتا ہے کہ اس آزادی کے حصول میں جہاں زیادہ دخل ان کے اپنے عزائم، مجاہدانہ سرگرمیوں اور کامیاب خارجہ پالیسی کا ہے وہاں روس کا اخلاقی دباؤ بھی اس میں شامل ہے — اور اسی دباؤ نے امریکہ کو مصالحانہ سرگرمیوں میں گھسیٹا ہے۔

اب مغربی طاقتیں بہیمانہ مظالم روا رکھنے کے بعد بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے مختلف ممالک کو آزادی دے کر ان ممالک پر بڑا احسان کیا ہے اور روسی اثرات کو بہت حد تک کم کر دیا ہے۔ لیکن جب تک وہ اسرائیل کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں اور مصر کے بارے میں، اپنی موجودہ پالیسی پر قائم ہیں ان کا یہ گمان قطعی باطل اور بے بنیاد ہے — سوائے سعودی عرب اور شرق اردن کے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ان کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ کوئی عرب ان کا ہمنوا نہیں۔ اور اسرائیل کے معاملہ میں تو یہ دونوں ممالک بھی اپنے جذبات دوسرے عربوں سے مختلف نہیں رکھتے۔ تاہم امریکی عزائم کی تکمیل کے لئے اور ان کے اثرات کے تحت یہ دونوں ملک مصر کی مخالفت میں پیش پیش ہیں اور مصر کے جمال عبد الناصر کو کوسنا انہوں نے اپنا وظیفۂ حیات بنا لیا ہے — لیکن ان کے راستے میں بھی سب سے بڑی مشکل یہی ہے۔ کہ مصر اور ناصر کی مخالفت سے یہودی عزائم کو تقویت پہنچتی ہے اور وہ زیادہ دلیر ہوتے ہیں اور اس طرح عربوں میں صدر ناصر کے لئے ہمدردی کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ اور یہ گتھی سلجھنے کی بجائے اور زیادہ الجھتی چلی جاتی ہے۔

شاہ سعود نے جامعہ ازہر کے مقابلہ میں مدینہ یونیورسٹی کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ غلافِ کعبہ واپس کر کے مسلمانوں کے جذبات صدر ناصر کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی ہے امریکی ایجنٹ بھی مصروف کار ہیں کہ مصر کی شہرت کو داغدار کیا جائے لیکن ان تمام کاوشوں اور چالوں کے باوجود صدر ناصر کا طوطی عربوں میں بول رہا ہے اسرائیلی حکومت کی ریشہ دوانیاں اور یہودی حکومت کا وجود اسے مقبول عام بنائے ہوئے ہے۔ اور تمام عرب اسے اپنا ہیرو تسلیم کرتے ہیں۔

ان در پردہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے مشرق وسطیٰ کی گتھی بجائے سلجھنے کے الجھتی چلی جا رہی ہے۔ اور — ڈر ہے کہ خدائے واحد کے پرستار اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے والے آپس میں دست و گریباں ہو کر کوئی نئی مصیبت اپنے اوپر مسلط نہ کر لیں۔

اصل میں حقیقت یہی ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اگر آج آزاد

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۸ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ مطابق ۹ راگست ۱۹۶۲ء

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مجلسِ ذکر کے بعد حسبِ ذیل تقریر ارشاد فرمائی :- (نظر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ــــ اَمَّا بَعْدُ

اتّباعِ سنّت

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

ترجمہ:- البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے

بزرگانِ محترم! یہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہے۔ گذشتہ جمعرات مَیں نے اسی مناسبت سے کچھ معروضات پیش کی تھیں اور آج بھی اسی سلسلے میں کچھ گذارشات اتباعِ سنت کے متعلق عرض کروں گا۔

محترم حضرات! مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ رکھتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد ــــ اب دیکھنا یہ ہے کہ محبت کا صحیح حق ادا بھی کرتے ہیں یا نہیں اور کیا ان کو دھوکہ تو نہیں دیا گیا؟

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ میری امّت کے تہتّر فرقے ہو جائیں گے۔ بہتّر فرقے جو یہود و نصاریٰ کی راہ پر چلنے والے ہوں گے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنّتی ہوگا ــــ صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے پر آپؐ نے فرمایا۔ جنّت میں وہ فرقہ جائیگا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر چلے گا ــــ (ما انا علیہ و اصحابی)

ہم اہلِ سنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ اصل میں اہلِ سنت والجماعت ما انا علیہ و اصحابی کا ہی ترجمہ ہے۔

اہلِ سنت کے معنی ہیں حضورؐ کی تابعداری کرنے والا اور جماعت سے مراد حضورؐ کے صحابہ ہیں۔ تو اہلسنت والجماعت سے مراد وہ لوگ ہوئے جو حضورؐ اور حضور کے صحابہؓ کے طریق پر چلنے والے اور ان کی اتباع کرنے والے ہیں ــــ لیکن کیا محض زبانی دعاوی سے ہم اہلسنت والجماعت کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ کیا ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم شب و روز تو حضورؐ کی سنت اور آپ کے صحابہ کے طرزِ زندگی کے خلاف بسر کریں اور خود کو اہلسنت والجماعت کا نام دیں؟

عزیزانِ محترم! اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر غیروں کے طریق پر چلیں گے تو ذلیل و خوار ہوں گے۔ ہماری عزت و آبرو اسی نام سے قائم ہے۔ اور آپ ہی کے اتباع سے دنیا میں کامیابی و کامرانی کا منہ دیکھا جا سکتا ہے ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

لیکن آج کا مسلمان اس قدر گم کردہ راہ ہو گیا ہے۔

اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

مگر اس کی عملی زندگی میں سیرتِ مصطفیٰ کے نقوش کا فقدان ہے۔ رحمتِ دو عالم کی غلامی کے خد و خال اس کے چہرے پر ناپید ہیں ــــ طرزِ زندگی مدینے والے آقا سے قطعی مختلف ہے ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خال و نہ خط
کہ محبوب نامش نہادن غلط
پھر دعوئ محبّت چہ معنی دارد ــــ

حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا ــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبرِ مبارک کو اس سے محفوظ فرما دیا۔ لیکن کیا آپؐ کے دروازے کے غلاموں کے مزاروں پر دن رات سجدے نہیں ہوتے؟ وہ اللہ والے جنہوں نے چار دانگِ عالم میں دینِ محمدیؐ کا ڈنکہ بجا دیا۔ جنہوں نے تعلیماتِ مصطفیٰؐ کے نقوش اپنی زندگی میں اتارے اور لاکھوں انسانوں کو فیضیاب کیا۔ جنہوں نے توحیدِ خداوندی کی مشعلِ فروزاں ہاتھ میں لے کر بتکدوں میں نورِ ایماں کی قندیلیں روشن کر دیں، راہِ حق سے بھٹکے ہوئے مسافروں کو قوموں کا راہبر بنا دیا۔ اور مخلوقِ خداوندی کو ماسوا اللہ سے توڑ کر اپنے خالق سے جوڑ دیا۔ ان کی قبروں پہ دینِ حق سے کھلا ہوا مذاق کیا ان کی روحوں کے لئے تسکین کا باعث ہوگا؟ کیا یہی ان کے احسانات کا جواب ہے؟ اور کیا یہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے والوں کا وطیرہ ہونا چاہیئے؟

بے شک اہل اللہ کے مزارات انوارِ الٰہی کے مراکز ہیں۔ ہر گھڑی اور ہر آن ان کی قبروں پر اللہ کی رحمت کی موسلادھار بارش ہوتی ہے۔ صاحبِ نظر، صاحبِ باطن اور منازلِ سلوک سے آشنا حضرات وہاں جاکر روحانی استفادہ کر سکتے ہیں۔ ان کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے اور یہ خیر و برکت کی بات ہے۔ لیکن خلافِ شرع اور مشرکانہ رسومات ایمان ضائع ہونے کا سبب بنتی ہیں۔ خدا کی رحمت سے دُور تر کر دیتی ہیں اور اس طرح انسان جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔

محترم حضرات! تصوّف وہی قابلِ قبول ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔ تصوّف کی تعلیم شریعت کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تصوّف تو شریعت کا منتہائے مقصود ہے اور حضور علیہ السلام نے احسان (جسے آج کل کی اصلاح میں تصوّف کہا جاتا ہے) کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے :-

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

ترجمہ:- احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تُو اس کو نہیں دیکھ رہا تو بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

قرآنِ کریم نے اسے تزکیہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ حضور علیہ السلام کے فرائضِ اربعہ میں سے ایک انتہائی اہم فریضہ ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ

اور اگر یہ کیفیت حاصل ہو جائے

(باقی صلا پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۰؍اگست ۱۹۶۲ء

از جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی — اَمَّا بَعْدُ

ہمارا فریضہ

سیرتِ رسولؐ کی روشنی میں

قرآنِ حکیم کے تدبر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کائناتِ عالم میں جتنے علمی اور عملی کام ہیں ان میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں خود انسان کے اخلاقِ حسنہ کی تربیت کی جائے اور ان کو مرتبۂ کمال تک پہنچایا جائے ۔اسی کام کے لئے خدائے علیم و خبیر نے ابتدائے آفرینشِ عالم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بے شمار انبیاء اور رسول بھیجے۔ بہت سی کتابیں اور صحائف نازل کئے اور دنیا کا کوئی خطہ باقی نہیں رہا جہاں کوئی معلم اخلاق خدائے لایزال کی طرف سے نہ آیا ہو۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ

ہر ایک بستی میں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا برے افعال کے برے نتائج سمجھانے والا ہو چکا ہے۔

ان سارے انبیاء و مرسلین کا مقصد ایک تھا، تعلیم ایک تھی۔ ایک دوسرے کے مصدق تھے۔ کسی نے بھی دوسرے کی مخالفت نہیں کی۔ اولادِ بنی آدم کا ان سے بہتر ہمدرد کوئی دوسرا چشمِ فلک نے دیکھا نہیں۔ ان سے زیادہ سچی تعلیم دینے والا کوئی خلق ہوا نہیں — ان بندگانِ خدا نے جو کچھ کہا۔ وہ اپنی طرف سے نہیں خالق کی طرف سے کہا۔ ان کی تعلیم خدا کی تعلیم تھی۔ جو خدا کے بندوں تک پہنچانے آئے اور مقدور بھر اپنے فرائض کو سرانجام دے کر وہ بارگاہِ خداوندی میں جا پہنچے — آج اخلاق کے جتنے نمونے دنیا کے کسی خطے یا دنیا کی کسی قوم میں پائے جاتے ہیں وہ انہیں مرسلینِ پاکباز کے قدوم کی برکت سے ہیں۔

مگر امتدادِ زمانہ کو کیا کہئے؟ انسان نے کیا کیا؟ اور اپنے فرائض کو کیونکر سرانجام دیا؟ آپ اگر چراغ لے کر ڈھونڈھیں اور تلاش و جستجو کی ساری کاوشیں صرف کر دیں تو ساری عمر کتابوں کی خاک چھاننے کے بعد بھی ان لاکھوں رہبرانِ قدرت کی تعلیم کا ایک ورق آپ ایسا نہیں دکھا سکتے جس کو یقینی طور پر کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب کیا جا سکے — دنیا کے اکثر خطے آج بھی نہیں بتا سکتے کہ ان ممالک میں خدا کا کوئی رسول آیا بھی تھا یا نہیں — امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں انبیاء آئے ہیں۔ لیکن کوئی نبی ایسا اس خطۂ ارضی پر مبعوث نہیں ہوا جس کے امتی تین افراد سے زاید ہوں۔ خود حدیث شریف میں آتا ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں جب پیشی ہوگی تو کئی انبیاء ایسے ہوں گے جن کا ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔

محترم حضرات! یہی وجہ ہے کہ انبیائے سابقین کی تعلیمات ان کی زندگیوں کے ساتھ ہی ختم ہو گئیں۔ اور زیادہ دیر تک رفتارِ زمانہ کا ساتھ نہ دے سکیں ابتداءً صحائف آسمانی میں تحریف شروع ہوئی اور بعد میں ان کی صورت ہی قطعی طور پر مسخ کر کے رکھ دی گئی۔ چنانچہ اس وقت [illegible]ئی صحیفۂ آسمانی ہی اپنی اصل شکل میں موجود [illegible] ہے - اور نہ انبیائے سابقین میں سے کسی نبی کی زندگی کے نقوش ہی کتب سیر میں پوری طرح محفوظ ہیں کہ نشانِ منزل کا کام دے سکیں۔ لیکن چونکہ جس طرح کھیتی کے لئے روشنی، جسم کی حفظ و صیانت کے لئے طب و ڈاکٹری اور حیاتِ انفرادی کے لئے ہوا ضروری ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کے بقاء و قیام کے لئے الہام الٰہی کے نزول اور اس کی نشو و نما کے لئے نبوت کی روشنی کی ضرورت ہے اور جس طرح انسان ہوا کے وجود سے ایک لمحہ کے لئے بے نیاز نہیں ہو سکتا روح کی تکمیل و تربیت، جذباتِ صادقہ کی تولید اور اخلاقِ فاضلہ کی تہذیب و شائستگی کے لئے الہام کی ضرورت سے بھی اسی طرح بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

بزرگانِ محترم! اگرچہ الہام الٰہی نے ہر زمانہ میں ضروریات و مقتضیات کے اعتبار سے مختلف اشکال و صور اختیار کئے اور جزئیات میں گو اختلاف رہا مگر اصول و کلیات میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اساس و بنیاد تمام مذاہب کی ایک ہی تھی۔ اور وہ سب ایک ہی حقیقت کی طرف بلانے والے تھے۔ اس لئے کہ سچائی ہمیشہ سے ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گی۔ لیکن چونکہ سچائی کی یہ تعلیم ناپید ہو چکی تھی۔ کفر و ضلالت کا دور دورہ تھا — اصول و کلیاتِ مذاہب دستبردِ زمانہ کی نذر ہو چکے تھے۔ اور امتدادِ زمانہ کی گردش نے نہ صرف یہ کہ انہیں دھندلا کر دیا تھا۔ بلکہ محو کر کے رکھ دیا تھا رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اس نے تمام انبیاء و رسل کی تعلیمات کا حاصل اور احکامِ خداوندی کے جاننے کا کامل و اکمل ذریعہ قرآنِ حکیم کی صورت میں مکہ کے دُرِّ یتیم پر نازل فرما دیا۔ ساتھ ہی اس کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لی کہ یہ جامع و اکمل قانون نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے تا ابد قائم رہے اور ترمیم و تنسیخ تو دور کی بات ہے زیر و زبر کی کمی بیشی بھی کوئی اس میں نہ کر سکے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ؀

محترم حضرات! دنیا کی کوئی چیز تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ (۱) آغاز (۲) بتدریج ترقی کرتے رہنا (۳) درجۂ کمال — دوسرے الفاظ میں ان تینوں حالتوں کو بچپن، شباب اور شیخوخت کے نام سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کا دور انسانیت کے بچپن کا دور تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت انسانیت شباب

پڑھتی اور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انسانیت حدِ کمال کو پہنچ گئی ـــــ اسی لئے زبانِ قدرت پکار اٹھی:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝

بزرگانِ محترم! آپ نے خود مشاہدہ کیا ہوگا۔ تاریکی کو دُور کرنے کے لئے پہلے چراغ وجود میں آیا۔ پھر شمع کافوری اور موم بتیاں ایجاد ہوئیں۔ گیس آئی اور پھر بجلی نے آکر سب کو ماند کر دیا۔ تارے چمکتے ہیں۔ ہلال بتدریج ترقی کرتے کرتے بدرِ کامل بن جاتا ہے اور اس کی موجودگی میں رات اگرچہ چاندنی ہو جاتی ہے مگر شب کا وجود ختم نہیں ہوتا اور انقلاب جنم نہیں لیتا ـــــ لیکن جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ٹمٹماتے ہوئے تارے، چمکتا ہوا چاند اور جھلملاتی ہوئی راتیں یکسر ختم ہو جاتی ہیں۔ چراغ، گیس اور بجلی کی روشنی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی ـــــ ہر گھر اُجالا ہو جاتا ہے اور ذرہ ذرہ جگمگا اُٹھتا ہے اور دنیا بول اٹھتی ہے کہ انقلاب ہو گیا اور دن نکل آیا ـــــ اسی طرح انسانیت کا آغاز ہوا تو آدمؑ کا دیا جگمگایا، نوحؑ کی شمع کافوری روشن ہوئی، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ عین عالمِ شباب میں بدرِ کامل بن کر چمکے۔ لیکن انسانیت کی رات ختم نہ ہوئی۔ آخر آفتابِ رسالت نکل آیا۔ روحانیت کی صبح ہویدا ہوئی۔ انسانیت نے سُکھ کا سانس لیا۔ رات کا خاتمہ ہو گیا اور قدرت نے آواز دی اس آفتابِ رسالت کے بعد اب کوئی ماہتاب یا آفتاب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مشیّت کا تقاضا یہی ہے اور قانونِ قدرت اسی کا اعلان کرتا ہے۔

یاد رہے یہ آفتاب سب سے نرالا ہے۔ اس کا کوئی مثیل مخلوقِ خداوندی میں نہیں۔ اسے سراجِ منیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ آفتاب نور ہے۔ اس کے سائے میں روح کو سکون، دلوں کو نورِ ایمان، آنکھوں کو ٹھنڈک اور قلب و نظر کو سرورِ ابدی حاصل ہوگا۔ اور ہر شخص بقدرِ ظرف جی بھر کر اس سے اکتسابِ فیض کرے گا۔

وہ جب آیا تو اس نے کفر و ضلالت شرک و بت پرستی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کا قلع قمع کر دیا۔ تعصب، تنگدستی، فساد وغیرہ اخلاقِ قبیحہ کی ظلمتیں ایک ایک کر کے چھٹ گئیں۔ اقصائے عالم پر توحیدِ خداوندی کا اجالا چھا گیا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب اور ایک قبلہ پر ایمان رکھنے والی عالمگیر برادری وجود میں آئی اور کائناتِ ارضی پر "اللہ" کی حکومت قائم ہو گئی۔

محترم حضرات! آپ کو علم ہے حضورِ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و ضلالت، شرک و بُت پرستی، بے حیائی اور بداخلاقی کو نیست و نابود کرنے اور نورِ الٰہی، سچے دین اور حقانیت کو پھیلانے کے لئے کیا کیا ذرائع اختیار کئے؟ اور کن کن ہتھیاروں سے لیس ہو کر باطل قوتوں کے سامنے صف آرا ہوئے؟

آپ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا تجزیہ کریں تو ان کے پاس تین قوتیں نظر آئیں گی۔ جو انہوں نے کائناتِ انسانی کی تسخیر کے لئے استعمال فرمائیں۔

۱۔ خدائی قوت:۔ آپ پوری کوشش فرماتے رہے کہ خداوند قدوس اور قادرِ مطلق رب کے سچے مطیع اور فرمانبردار ہو کر اُسے راضی کر لیں۔ دنیا و آخرت میں اُسے اپنا مددگار اور آقا بنا لیں، اس کی توجہ، اس کی عنایت اور اس کی نصرت کو اپنی طرف کھینچ لیں ـــــ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِيْ۔ میں اللہ کا رسول ہوں میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا وہی میرا مددگار بھی ہے۔

پھر اس حد تک اپنے آپ کو پروردگارِ عالم کا مطیع و منقاد بنا لیا کہ خود اُسے اعلان کرنا پڑا:۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔

پس جان لو کہ خدا تمہارا آقا اور مددگار ہے پس اچھا آقا اور مددگار ہے وہ ـــــ

ظاہر ہے کہ جب کارخانۂ قدرت کا خالق اور قادرِ مطلق خدا کسی کا حامی و ناصر ہو جائے تو اُسے مخلوق میں سے کون سی طاقت زیر کر سکتی ہے۔

۲۔ اخلاقی اور روحانی طاقت:۔ آپ نے صرف اپنے متبعین کی اخلاقی اور روحانی تربیت نہیں فرمائی بلکہ دل میں اُتر جانے والی اخلاقی تلوار سے اپنے ہمسایوں اور مخالفین کے دل بھی موہ لئے اور وہ بندۂ بے دام ہو کر اسلام کے حلقۂ خدام میں شامل ہو گئے ـــــ اس طرح بہت تھوڑی سی مدت میں اسلام کا پرچم کائناتِ ارضی کی وسعتوں پر لہرانے لگا۔

برائی اور بھلائی میں فرق ہے ـــــ برائی بھلائی سے دفع کی جا سکتی ہے۔ اور دشمن پر فتح پانے کے لئے اخلاق کی تلوار سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں ـــــ ارشادِ ربانی ہے:۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۔

بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں ہیں۔ برائی کو بھلائی سے دفع کیجئے۔ (اور سختی کا بدلہ نرمی سے دیجئے) تو جس شخص کی تم سے سخت عداوت تھی وہ مثل خالص دوست اور مددگار کے ہو جاتے گا

۳۔ مادی قوت:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت متانت، بردباری اور استقلال کے ساتھ ہر قسم کی تقویت فراہم کرنے کی کوشش کی۔ اقوام اور قبائل ـــــ افراد اور اشخاص کو ایک مرکز پر اکٹھا کیا۔ ان میں اتحاد و اتفاق کی روح پھونکی۔ نسل، قومیت، اور وطنیّت کے بُت توڑ کر اخوتِ اسلامی کی بنیاد رکھی۔ مساوات کا درس دیا ـــــ شقاق و نفاق دُور کرنے کے لئے بےمثال قوانین اور احکام بنائے۔ اقتصادی بدحالی دُور کرنے کا لاجواب عملی نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ صنعت و تجارت اور تعلیم و تربیت کو ترقی دی گئی۔ فنونِ جنگ کی تعلیم اور آلاتِ جنگ کی تیاری میں مہارتِ تامہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اپنے متبعین پر استقامت اور ثابت قدمی کا وہ رنگ چڑھایا کہ دنیا آج تک جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

کہیں فرمایا گیا:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

بشاراتِ غیبی

رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری کے متعلق جملہ واقعات کا بیان کرنا تو ممکن نہیں۔ البتہ بعض عجائبات اور بشارات کا تاریخی حیثیت سے ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی مبعوث ہوئے سب کے سب اپنے زمانہ میں حضورؐ کی آمد کی بشارتیں اپنی اپنی امت کو دیتے رہے۔ آپؐ کی بعثت کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارات صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہیں مورخین نے بھی اس سلسلہ میں تمام انبیاء کی بشارتوں کو بالعموم اور حضرت موسےٰ علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں اور پیشین گوئیوں کو بالخصوص تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۲۔ کتب سالفہ آپؐ کے ذکر سے لبریز ہیں۔ تحریف کی تمام کوششوں کے باوجود آپؐ کی بشارات اور علامات کا تذکرہ ان میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ آپؐ کا آبائی وطن، ہجرت کا مقام، آپؐ کا اسم گرامی اور مکمل حلیہ حتیٰ کہ آپؐ کے خاص اصحاب اور آپؐ کی امت کی صفات بھی اس تفصیل سے بیان میں آچکی ہیں۔ کہ آپؐ کے ظہور سے قبل ایک طبقہ کو آپؐ کی آمد کا انتظار تھا۔ یہود دشمنوں کے مقابلہ میں آپؐ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے تھے؎

رہبان و احبار آپؐ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ غرضیکہ آپؐ کی آمد کے اثرات سے ایک عالم چشم براہ تھا

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ ہم توراۃ میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ زبان دراز نہیں سخت دل نہیں۔ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، بلکہ عفو و درگذر فرماتے ہیں۔ ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ اور ہجرت کی جگہ مدینہ طیبہ اور ان کا ملک شام تک ہوگا۔ ان کی امت نرمی سختی میں ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کی ثنا کرنے والی ہوگی۔ خدا کی تعریف کرے گی۔ ہر جگہ خدا کی حمد اور ہر بلندی پر خدا کی تکبیر کہے گی۔ نماز کے اوقات کے لئے آفتاب کے تغیرات کا انتظار کرے گی۔ وقت آنے پر فوراً نماز ادا کرے گی۔ نصف ساق تک لنگیاں باندھے گی۔ وضو کرے گی۔ ان کا مؤذن فضائے آسمان میں اعلان کرے گا۔ جہاد میں اور نماز میں ان کی صفیں یکساں ہونگی رات کے وقت ان کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے مشابہ ہوگی۔ (ترجمان السنہ)

۳۔ جب آپؐ کے ظہور کا وقت قریب آیا تو بعض کو عالم رویا میں اور بعض کو کشف و الہام کے ذریعہ آپؐ کی آمد کا انکشاف ہونے لگا۔ بہت سے کاہنوں اور راہبوں نے آپؐ کی بعثت کی پیشین گوئیاں کیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی پیشین گوئی

بابل کے بادشاہ بخت نصر نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا خوبصورت بت ہے جس کے پاؤں زمین پر اور سر آسمان سے لگا ہوا ہے۔ اس کا بالائی حصہ سونے کا، وسط چاندی کا۔ نچلا حصہ تانبے کا ہے، پنڈلیاں لوہے کی اور دونوں پاؤں مٹی کے ہیں۔ ایک پتھر آسمان سے گرا اور بت ٹوٹ پھوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ اور اس کے مختلف اجزاء سونا، چاندی، تانبہ، لوہا، مٹی وغیرہ باہم ایسے مخلوط ہوگئے کہ اگر دنیا بھر کے جن و انس مل کر اسے الگ الگ کرنا چاہیں تو ہرگز نہ کر سکیں گے وہ پتھر بڑھتا جا رہا ہے اور پھیلتے پھیلتے ساری زمین پر پھیل گیا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی کی۔ فرمایا کہ بت تو دنیا کی بت پرست قومیں ہیں اور پتھر دین حق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اخیر زمانہ میں اہل باطل کو مغلوب کر کے دین حق کو غالب کرے گا۔ اور عرب کی سرزمین سے ایک نبی امی مبعوث ہوگا۔ جو تمام ادیان و امم پر اس طرح غالب آئے گا جس طرح پتھر ساری سطح زمین پر محیط ہو گیا۔ (سیرت الکبریٰ)

شاہ یمن کا خواب

دوسری صدی عیسوی کے اخیر یمن کے بادشاہ مرثد بن کلال نے ایک خواب دیکھا کہ ایک آندھی اٹھی اور فضا پر چھا گئی۔ پھر اس میں سے دھواں اور آگ کے شعلے اٹھنے لگے۔ اس اثناء میں آب شیریں کا صاف و شفاف چشمہ ظاہر ہوا اور ایک مقدس ہستی اس آب صفا کے پینے کی دعوت دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جو کوئی روگردانی کرے گا وہ ہر قسم کے وبال اور عذاب میں مبتلا ہوگا۔

غفیرا کی پیش گوئی

غفیرا نامی کاہنہ نے جسے فن کہانت میں کمال حاصل تھا۔ اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی۔ کہ آندھی دنیا کے بادشاہ ہیں آگ اور دھواں ان کا جور و جفا اور ظلم وستم ہے۔ اور آب شیریں کا مصفا چشمہ پیغمبر آخرالزمانؐ کی شریعت ہے جو کوئی اس کی اتباع کرے گا نجات پائیگا اور جنت الخلد میں اس کا مقام ہوگا۔ اور جو نافرمانی اور اعراض کرے گا ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم میں گرفتار ہوگا۔ اس کے بعد کاہنہ نے آپؐ کا اسم مبارک، نسب جائے پیدائش، مقام ہجرت اور حلیہ وغیرہ سب کچھ بیان کیا۔ (ناسخ التواریخ بحوالہ سیرت الکبریٰ)

۴۔ آپؐ کی ولادت سے پیشتر عبدالمطلب کو خواب آنے شروع ہوئے۔

عبدالمطلب کا پہلا خواب

وہ فرماتے ہیں کہ میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا کہ ایک عظیم الشان درخت ظاہر ہوا اور بڑھتے بڑھتے آسمان سے جا لگا۔ اور اس کی شاخیں مشرق سے مغرب تک پھیل گئیں۔ اس کے پتے نورانی کرنوں سے ایسے منور تھے جس کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ماند تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عرب و عجم کے لوگ اس کے

؎ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا

سامنے جھکے ہوئے ہیں - درخت کی روشنی دمبدم بڑھتی جارہی ہے اگر کبھی کم ہوتی ہے تو پھر بڑھنے لگتی ہے - کچھ لوگ اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں - کچھ ایسے ہیں جو اسے کاٹنا چاہتے ہیں مگر جب وہ کاٹنے کے ارادے سے اس کے قریب جاتے ہیں - تو ایک حسین و جمیل نوجوان ان کو روک کر اور پیچھے ہٹا دیتا ہے اور پھر بڑھتے ہیں تو وہ ان کی آنکھوں کو پھوڑتا اور ان کے ہاتھوں کو توڑتا ہے - میں نے چاہا کہ اس سے لپٹ جاؤں اور اس کا پھل کھاؤں - مگر میں اس پر قادر نہ ہو سکا - میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ یہ میوہ کس کے لئے ہے - اس نے کہا یہ انہی لوگوں کا حصّہ ہے جو اس درخت سے لپٹے ہوئے ہیں - جب میں خواب سے بیدار ہوا تو پریشان تھا - قریب ہی ایک کاہنہ رہتی تھی - اس کے پاس گیا - اور اپنا خواب بیان کیا - خواب سُن کر اس کا چہرہ متغیّر ہو گیا - میں نے دیکھا کہ اس پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا ہے - گھبرا کر بولی - اگر آپ کا بیان سچا ہے تو آپ کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے نورِ ہدایت سے مشرق و مغرب روشن ہو جائے گا - اور دنیا کے لوگ اس کے دین و ملت کی پیروی کریں گے -

عبدالمطلب کا دوسرا خواب

دوسرا خواب عبدالمطلب نے یہ دیکھا کہ میری پشت سے ایک چاندی کی زنجیر نکلی جس کی ایک شاخ مشرق سے مغرب تک اور دوسری زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی ہے - دیکھتے دیکھتے وہ زنجیر ایک درخت کی شکل بن گئی اس کے ہر پتّہ پر ایک خاص قسم کی روشنی ہے جو آفتاب کی روشنی سے کئی گُنا زیادہ ہے - مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں - عبدالمطلب نے تو اس نورِ قدسی کی جھلک آپؐ کی تشریف آوری سے پہلے دیکھی تھی - لیکن آج ہم چودہ سو برس بعد اس واقعہ کو خصوصیّت کے ساتھ دیکھ رہے ہیں اور جب تک دنیا قائم ہے اسے دیکھتے رہے گی -

۵ - ایک مکاشفہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں تو قریش کے مویشیوں اور چارپایوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی - کہ آج کی رات دنیا کا سردار اپنی ماں کے پیٹ میں آ گیا - اور بیابان کے جانور اِدھر سے اُدھر بھاگتے بھاگتے پھرتے تھے - اور ایک دوسرے کو مژدہ سناتے تھے -

"حیوانات کی گفتگو اگر بطور عادت و فطرت نقل کی جائے تو بیشک قابلِ تعجّب ہے لیکن اگر بطریقِ معجزہ منقول ہو تو اس پر تعجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں"

"آگ ابراہیمؑ کو پہچانتی ہے - اور رودِ نیل موسیٰ کلیمؑ کو جانتی ہے - دریا کی مچھلی اپنے اندر یونسؑ نبی کی معرفت رکھتی ہے - تو اے عقل کے پرستار! پھر چارپایوں اور جانوروں نے ابراہیمؑ کی دعا اور موسیٰؑ کی آرزو لہ کو پہچانا تو آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں"

ے تو نہ دیدی کہے سلیماں را
چہ شناسی زبانِ مرغاں را

(تُونے سلیمانؑ کو تو کبھی دیکھا ہی نہیں - پھر جانوروں کی بولی تو کیا سمجھے)

جس طرح طلوعِ آفتاب سے پہلے افق پر روشنی کے آثار نمایاں طور پر نظر آنے لگتے ہیں اور دن کی آمد کی خبر دیتے ہیں - اسی طرح آفتابِ نبوت کے طلوع سے پہلے ایسے واقعات کا ظہور آپؐ کی تشریف آوری کا اعلان اور آپؐ کی معرفت کی علامت اور نشان ہے -

ظہورِ قدسی

جس کی آمد کی بشارت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے - جس کی شہرت ہر دَور میں رہی - جس کے ذکر سے کتب سماویہ لبریز ہیں - عرشِ عظیم پر جس کی عظمت و برتری کا چرچا ہے جس کی آمد کی پیش گوئیاں ہو رہی ہیں دشمن کے مقابلہ میں جس کے توسّل سے دعائیں مانگی جا رہی ہیں - راہب و احبار جس کی تلاش میں سرگرداں ہیں - جس کے تذکروں سے عالمِ تکوین گونج رہا ہے - جس کی آمد آمد کا انتظار ہے - وقت آ گیا کہ وہ ذاتِ گرامی عالمِ اجسام میں ظہور فرما کر دنیا کو اپنے نورِ ہدایت سے منوّر فرمائے ے

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل و نویدِ مسیحا

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپؐ کے نور کو پیدا فرمایا - اور آپ کو عالمِ ارواح ہی میں منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا - آپؐ نے ارشاد فرمایا - کہ میں انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہوں اور باعتبار بعثت سب انبیاء میں پچھلا - میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین مقرر ہو چکا تھا - جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے -

ولادت باسعادت

آپؐ بارہ لہ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ مطابق اپریل ۵۷۱ئہ کو مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے - جب آپؐ ماں کے پیٹ میں تھے - تو آپؐ کی والدہ کو دوسری عورتوں کی طرح کسی قسم کی تکلیف اور گرانی نہیں ہوئی - اور آپ کی والدہ کو خواب میں بشارت دی گئی - کہ آپؐ کے پیٹ میں جو بچّہ ہے وہ نبیوں کا سردار ہے - آپؐ پاک و صاف ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے یہ دیکھ کر عبدالمطلب کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا کہ میرے بیٹے کی بڑی شان ہو گی -

ولادت کے برکات وعجائبات

۱ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کے وقت عثمان بن ابی العاص کی والدہ حضرت آمنہ کے پاس تھیں - وہ فرماتی ہیں کہ اس وقت سارا گھر

لہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور موسیٰ علیہ السلام کی آرزو سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت آپ کی بعثت کی دعا فرمائی - اور موسیٰ علیہ السلام جیسے الوالعزم رسول نے بھی تورات میں آپ کے فضائل و کمالات اور اوصافِ حمیدہ کا ذکر کثرت سے دیکھ کر آپ کی امت میں ہونے کی آرزو کی -

لہ آپ کی پیدائش اصحاب فیل کے پچپن دن بعد اور حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار ایک سو تیرہ برس بعد ہوئی - تاریخ ولادت میں بعض اقوال اور بھی ہیں - مگر دوشنبہ کا دن اور ربیع الاوّل کا مہینہ سب کے نزدیک مسلّم اور محقق ہے -

(باقی ص۱۴ پر)

مولانا محمد شفیع عمر الدین (ساگرطھ)

اُسوۂ حسنہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا :۔
وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ق وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۷ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ٥

(الحشر آیت ۔ ۷)

ترجمہ :۔ اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو، اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو ۔ اور اللہ سے ڈرو ۔ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۔

محافظت نوع انسانی کا دستور العمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کی بھلائی کا بہترین اور بلند ترین لائحہ عمل تجویز فرمایا ۔ جس پر چل کر اقوام عالم امن و چین سے زندگی بسر کر سکتے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا ۔

کُلُّ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَعِرْضُہٗ وَمَالُہٗ ۔

(عن ابوہریرہؓ ۔ مشارق الانوار بحوالہ مسلم)

ترجمہ :۔ مسلمان کی سب چیز مسلمان پر حرام ہے ۔ اس کا خون[۱] اور اس کی عزت[۲]، اور اس کا مال[۳]

(ف) حضرتؐ نے حجۃ الوداع میں جہاں ہزاروں مسلمان جمع تھے یہ حدیث فرمائی ۔ اور

فساد اور ظلم

کی جڑ کاٹی ۔ اس واسطے کہ اکثر عالم میں فساد ان تین کاموں سے ہوتا ہے ۔ چنانچہ جب مسلمان کا

ناحق خون کرنا

حرام ہوا تو خون کا جھوٹا دعویٰ کرنا، اس کی ناحق گواہی دینا بھی حرام ٹھہرا اور جب

مسلمان کی آبروریزی

منع ہوئی تو اس کو ذلیل کرنا، مسخراپن کرنا اس کی جورو بیٹی سے حرام کاری کرنا، اس کی چغلی کھانا، غیبت کرنا بھی حرام ہوا اور جب اس کا۔

مال لینا

درست نہ ہوا تو قطاع الطریق (راستوں پر ڈاکہ ڈالنا) چوری، دغابازی، ڈانڈ، رشوت، قمار بازی، خرچی بھی حرام ہوگئی اس واسطے کہ ان کاموں سے اس کا مال ناحق برباد ہوتا ہے ۔

محافظت نوعِ انسانی شریعت کی عمدہ غرض ہے ۔ سو اس کا بیان اس حدیث میں بخوبی سمجھا دیا ۔ (مشارق الانوار)

اب ہمارا فرض ہے کہ اس دستور العمل کو محکم پکڑیں ۔

(۲) حمد و شکر کرنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ، یَأْکُلُ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا وَیَشْرِبُ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم ۔ عن حضرت انس)

ترجمہ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرتا ہے ۔ اور پانی پیتا ہے تو اس پر حمد و شکر کرتا ہے

لہذا

بندے کو چاہیے کہ خورد و نوش سے جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اس سہل طریقہ سے حاصل کرے ۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر فوری عمل پیرا ہونے کا ایک بصیرت افروز واقعہ

ایک صحابیؓ نے آپؐ سے میدانِ کارزار میں سوال کیا ۔

اَیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ قُتِلْتُ

ترجمہ :۔ یا رسول اللہ اگر میں (جہاد) میں مارا جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت دی ۔

فِی الْجَنَّۃِ

یعنی تیرا مقام جنت میں ہوگا ۔

یہ جواب سن کر اس صحابیؓ کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں انہیں کھانے کے بجائے پھینک دیا ۔ میدانِ کارزار میں گھس گیا اور شہید ہو کر جنت حاصل کر لی ۔

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

اب اس بلند واقعہ کو اپنے سامنے رکھو اور آپؐ کے ہر حکم کو بسرو چشم قبول کرو ۔ آمنا و صدقنا کو اپنا شعار بناؤ ۔ ؎

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب
ہرچہ فرماید بود عین صواب

(مولانا رومؒ)

(۴) گناہوں کی تباہی سے بچو ۔

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا :

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَھْلِکُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ ۔

ترجمہ :۔ کیا ہم اس وقت بھی تباہ ہونگے جب ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے ؟

آپؐ نے فرمایا

نَعَمْ اِذَا کَثُرَ الْخَبَثُ

ترجمہ :۔ ہاں جب گناہ بہت ہونے لگیں

(موطا امام مالکؒ)

لہذا

ہمیں اس حدیث سے عبرت پکڑنی چاہیئے خود گناہوں سے رک جانا چاہیے ۔ اور نیکی کے راستے پر گام زن ہونا چاہیئے ۔ اور دوسروں کو بھی برائیوں سے روک کر نیک کاموں کی طرف راغب کرنا چاہیئے ۔ تاکہ گناہوں کی کثرت ہماری ہلاکت کا سبب نہ بن جائے ۔

(۵) چھوٹے بچوں کو سلام کرنا ۔

حضرت انسؓ ایک بار بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا ۔ اور آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بچوں کو سلام کیا کرتے تھے ۔

(ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

لہذا

ہر مسلمان کو خواہ اسے جانتا ہو یا نہ سلام کرنا سنت ہے ۔ اور چھوٹے لڑکوں کو بھی سلام کرنا سنت طریقہ ہے ۔

سلام کرنے والا السلام علیکم کہے اور جواب دینے والا ' وعلیکم السلام کہے ۔

سلام کے دوسرے سب غیر مسنون طریقوں سے بچنا چاہیئے ۔ نیز اس انتظار میں نہ رہنا چاہیئے کہ دوسرے اسے سلام کریں بلکہ اسے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مولانا قاری محمد طیب صاحب دارالعلوم دیوبند مدظلہ

قرآن اور درس قرآن

حضرت حکیم الامت مدظلہ کی ایک تقریر جو آپ نے ڈیرہ غازیخان میں گذشتہ سال ارشاد فرمائی تھی۔

خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیتہ تلاوت فرمائی۔
اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یوسف رکوع ۱ پارہ ۱۲)
ترجمہ۔ تحقیق اتارا ہم نے اس کو قرآن عربی۔ تاکہ تم سمجھو

بزرگان محترم! مجھے آج درس قرآن مجید کے لئے کہا گیا ہے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن اور درس قرآن کے متعلق عرض کروں۔ اسی مقصد کے پیش نظر آپ کے سامنے مذکورہ آیت تلاوت کی اللہ اس کو سمجھانے کی توفیق بخشے۔

قرآن بمعنے مقروٗ ہے۔ جس کا معنی پڑھا ہوُا ہوتا ہے۔ چونکہ قرآن مجید ہر ایک کتاب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے بعض مفسرین نے اس کو مقرون سے مشتق مانا ہے۔ جس کا ترجمہ (ملا ہوا) کا ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی ترتیب اور باہمی ربط بہت ہی موزوں اور بے نظیر ہے۔ اس لئے مقرون سے ماخوذ ہونا کوئی بعید نہیں۔

یہ قرآن کلام ہے۔ اور کلام متکلم کے اندر سے نکلتی ہے تو گویا یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے اندر سے آیا۔ اور اس امت کو دے دیا گیا۔ نیز یہ خدا کی صفت بھی ہے۔ مگر باقی صفات سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ اپنے متکلم کے وجود پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے۔ یوں تو زمین بھی خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن یہ خدا کے اندر نکل کر نہیں آئی۔ آسمان بھی ایک واضح دلیل ہے۔ لیکن خدا کے وجود سے اس کا کوئی تعلق نہیں دونوں مخلوق ہیں۔ لیکن کلام مخلوق نہیں۔ یوں تو کہا جاتا ہے۔ کہ زمین آسمان پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن یوں نہیں سنا جاتا کہ کلام پیدا کی گئی۔ بلکہ بولی گئی۔ اب یہ بات قطعی طور پر واضح ہوگئی۔ کہ خدا کے وجود پر صفت کلام پوری طور پر دلالت کرتی ہے۔ مزید غور کیا جائے تو کتب اربعہ منزّلہ میں سے۔ صرف قرآن مجید کو کلام کہا جا سکتا ہے اور حقیقت میں کلام بھی یہی ہے کیونکہ تورات حضرت موسٰی علیہ السلام کو الواح پر لکھ کر دی گئی ہے سنائی نہیں گئی۔ جب صوت پیدا نہ ہوُا تو کلام نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ کتاب اللہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ لکھ کر دی گئی۔ انجیل اور زبور کے مضامین حضرت عیسٰیؑ اور داؤد علیہ السلام کے قلوب میں ڈال دئے گئے۔ اس لئے کتاب اللہ تو کہلائے جا سکتے ہیں۔ لیکن حقیقی معنوں میں کلام اللہ نہیں۔ قرآن مجید ان دونوں صورتوں سے نہیں دیا گیا۔ بلکہ نبی کریم نے قرآن کی آواز سنی اور اس کو یاد کرلیا چنانچہ بخاری شریف کتاب الوحی میں یہ حدیث آئی ہے

كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صِلْصِلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّ عَلَيَّ وَ اَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاعِى مَا يقول

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا۔ کہ کبھی میرے پاس وحی زنجیر کی آواز کی مانند سنائی دیتی ہے اور یہ طریقہ مجھ پر سخت ہوتا ہے۔ اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا ہے۔ اور میرے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور جو مجھ کو کہتا ہے۔ میں یاد کرلیتا ہوں۔

یہ آواز خدا کی طرف سے ہو یا جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے بہر صورت آواز سنائی گئی۔ اور اسی کو کلام کہا جاتا ہے۔ نیز حدیث میں آیا ہے تَبَرَّكُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ۔ یعنی قرآن مجید سے برکت حاصل کرو کیونکہ یہ اللہ کی (حقیقی معنی میں) کلام ہے۔ اور یہ اسی امت کی سعادت تھی۔ جو اس کو دی گئی۔ ع
ایں سعادت بزور بازو نیست۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔ اس کے الفاظ معانی رسم الخطؔ کے علاوہ اس کے لہجے کو بھی محفوظ رکھا گیا۔ جس انداز سے سنی گئی۔ اس کو باقی رکھا گیا۔ اس کی حفاظت کے لئے مختلف گروہ قائم کر دیئے گئے۔ تاکہ قیامت تک اس کی حفاظت میں فرق نہ آئے۔ دیکھئے لہجے کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کھڑا کر دیا جس کو قراء اور مجودین کہا جاتا ہے کسی لفظ کو غلط انداز سے تلفظ نہیں کرنے دیتے آواز کی بلندی و پستی نرمی اور سختی کا پورا خیال کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی لفظی حفاظت کے لئے دوسرا گروہ پیدا کیا گیا جن کو حفاظ کہا جاتا ہے۔ حفاظ قرآن کی حفاظت کرتے ہیں قرآن کی رسم الخط بھی محفوظ کر دی گئی۔ جس طرح خلفاء راشدین کے زمانہ میں قرآن لکھا گیا۔ اسی صورت میں آج تک باقی ہے مثلاً آج کل لفظ رحمان یوں لکھا جاتا ہے۔ (رحمان) لیکن قرآن کا رسم الخط یوں ہے "رحمٰن" الف اوپر لکھا جاتا ہے۔ ملایا نہیں جاتا اسی طرح کافی الفاظ جو اصلی صورت

ہیں چلے آرہے ہیں - تو گویا قرآن کی ہر طرح حفاظت کی گئی یوں ہوسکتا تھا - کہ الفاظ قراۃ رسم الخط محفوظ ہو - لیکن معانی تبدیل کروئے جائیں - اس یقینی خطرہ کے لئے علماء کرام کا گروہ پیدا کر دیا گیا ہے - جو ہر آیت کی وہ تشریح و تفسیر کرتے ہیں - جو صحابہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمائی - آج تک اس کی حفاظت کرتے چلے آرہے ہیں کسی کی کیا مجال کہ کسی آیت کی من مانی تشریح کرکے اطمینان سے بیٹھ سکے - خدا نے قرآنی صورت کی حفاظت کے لئے قراء قرآنی - الفاظ کی حفاظت کے لئے حفاظ - قرآنی رسم الخط کے لئے علماء - رسم الخط اور معانی کی حفاظت کے لئے علماء کرام کو پیدا کرکے اپنی بات سچی کردی

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ - ہم ہی نے قرآن اتارا - اور ہم ہی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جہاں قرآن کریم خود معجزہ ہے وہاں اس کی حفاظت بھی ایک معجزہ ہے - کیونکہ اس کے یاد کرنے پر نہ کسی عہدہ کی امید اور نہ دنیاوی ترقی - بلکہ حقیقت میں قرآن کے حافظ کو ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - قرآن کریم کے عالم کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے - اور اس پر دنیاوی ترقی کی راہیں بند کردی جاتی ہیں - لیکن ان چیزوں کے باوجود آپ کو لاکھوں حافظ اور ہزاروں عالم اس عالم میں دکھائی دیں گے - درحقیقت خدا کو یہ بتلانا مقصود تھا - کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے - کہ قرآن کی یاد دیا قرآن کی تعلیم دنیاوی لالچ پر کی جاتی ہے - چنانچہ آج تک کسی نے بھی اس اتہام کا الزام نہیں لگایا - علاوہ ازیں عموماً قرآن کو یاد کرنے والے بچے ہوتے ہیں - جن کو اتنا شعور بھی نہیں ہوتا - کہ وہ کیوں یاد کر رہے ہیں - لیکن اللہ تعالیٰ ان کے دل میں شوق پیدا کر دیتے ہیں اگر جوان یا بوڑھے یاد کرتے تو یہ الزام دیا جاتا کہ کسی خاص نفع کے لئے یاد کر رہے ہیں - اللہ تعالیٰ نے اس الزام کو بھی روک دیا

بہرحال قرآن کی حفاظت ایک معجزہ تھی - جو اس قوم کو نصیب ہوا - اس کی نظیر کوئی امت پیش نہیں کرسکتی - تورات زبور و انجیل کی آج تک اصل تو بجائے خود نقل کی بھی حفاظت نہیں کی جاسکتی - آج انجیل کے ہزاروں نسخے موجود ہیں - لیکن ایک دوسرے کے مخالف مگر قرآن مجید جس طرح لوح محفوظ میں محفوظ ہے - اس طرح دنیا میں بھی مضمون و محفوظ ہے - قرآن کی سورتوں رکوع و آیات اور پاروں کی تعداد محفوظ اعراب و حرکات اور الفاظ کو بھی شمار کر لیا گیا -

معجزہ خدا کے فعل کو کہتے ہیں جو کسی نبی کے ہاتھوں پر ظاہر کیا جاتا ہے - جو خدا کے وجود کی نشانی بنتا ہے - کیونکہ خدا کا فعل وہ ہوتا ہے - جس کے مقابل میں کوئی دوسرا نہ بنا سکے مثلاً زمین بنانا خدا کا فعل ہے کوئی شخص دوسری زمین تیار نہیں کرسکتا - آسمان خدا کی مخلوق ہے اور کوئی آسمان تیار نہیں کرسکتا اسی طرح قرآن مجید بھی معجزہ ہے جس طرح زمین و آسمان کوئی تیار نہیں کرسکتا - اسی طرح قرآن مجید کی مثال بھی تیار نہیں ہوسکتی جس طرح قرآن مجید خود اعلان کرتا ہے -

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۱۰)

ترجمہ - آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور تمام جنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں - کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے -

قرآن کے معجزہ ہونے اور زمین آسمان کے معجزہ ہونے میں فرق یہ ہے - کہ اول الذکر کلام خداوندی ہے - اور مؤخر الذکر فعل خداوندی - مگر ہیں دونوں معجزے اور دونوں بے نظیر یہ شرف اللہ اس کی حفاظت کا شرف اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو بخشا ہے - مسلمانوں نے قرآن مجید کے علاوہ اپنے رسول کی احادیث کی بھی خوب حفاظت کی ہے - جن لوگوں سے احادیث پہنچیں - ان کے پورے پورے حالات دریافت کئے اور ان کو خوب یاد کیا - تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر ثقہ آدمی غلط روایت کرسکے بہرکیف ایک مستقل فن بن گیا - جس کا نام آج اسماء الرجال ہے - جس کو دیکھ کر دنیا حیران رہ جاتی ہے - مؤرخ اور محدث میں بڑا فرق ہے - کہ مؤرخ فقط واقعہ نقل کر دیتا ہے - اس پر واقعہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا - لیکن محدث جب حدیث بیان کرتا ہے - تو اس پر اثر حدیث نمایاں طور پر نظر آتا ہے - وہ حدیث کو وقار

سے بیان کرتا ہے۔ اس کو حدیث سے محبت و الفت ہوتی ہے۔ محدثین کے واقعات دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ کہ ان کو حدیث کے ساتھ کتنا شغف ہوتا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دن درس حدیث میں مشغول تھے۔ آپ کو ایک بچھو نے کاٹ لیا۔ لیکن آپ نے حدیث کو نہ چھوڑا برابر درس جاری رہا۔ بچھو نے ستر دفعہ کاٹا۔ لیکن آپ نے اف تک نہ کی۔ تاکہ احترام حدیث میں فرق نہ آجائے رنگ زرد ہوگیا۔ آنکھوں سے آنسو نمودار ہوگئے۔ تب طلبہ کی درخواست پر بتایا۔ کہ مجھے بچھو کاٹ رہا ہے۔ تاریخ بیان کرنے والا ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ محدث کا کام ہے۔ جس کو حدیث سے الفت ہوتی ہے۔ یہیں سے اندازہ لگایا جائے۔ کہ محدثین حدیث کو کتنی الفت و محبت سے یاد کرتے ہوں گے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ حدیث کو یاد کیا۔ پھر اس نے صحاح کا انتخاب کیا۔ اور صحت کے لئے ایسی شرطیں مقرر کیں۔ کہ ان کے بعد غلطی کا امکان تک نہیں رہتا۔ امام بخاریؒ نے جب بخاری شریف کو لکھنا شروع کیا۔ تو یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ حدیث لکھنے سے پہلے غسل کرتے تھے پھر دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک حدیث کو لکھ لیتے۔ دوسری حدیث کے لئے پھر یہی عمل کرتے۔ اس اعتبار سے آپ نے بخاری کی کتابت کی کتابت کے لئے ساٹھ ہزار غسل اور ایک سو بیس ہزار رکعتیں نماز ادا کیں۔ اندازہ لگائیے۔ کتنی محبت تھی۔ ان کو حدیث سے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بخاری شریف کو شرف قبولیت بخشا۔ آج اگر کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرایا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ اس کا بار بار تجربہ کیا جا چکا ہے۔

امام ترمذی کے استاد کا واقعہ مشہور ہے۔ ان کے استاد کو علم ہوا۔ کہ شام میں ایک شخص رہتا ہے۔ جو فلاں حدیث کی سند کا علم رکھتا ہے۔ تو آپ نے صرف سند معلوم کرنے کے لئے دو ماہ کا پیدل سفر کیا۔ جب آپ شام میں ایک آدمی کے پاس پہنچے۔ وہ درس حدیث دے رہا تھا۔ آپ بھی اس مجلس میں بیٹھ گئے۔ اچانک اسی مجلس میں دو لڑکے روتے ہوئے آگئے۔ محدث نے ان کو خاموش کرانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ دونوں ہاتھوں کو خالی بند کرکے لڑکوں کو کسی چیز کا لالچ دے کر بلایا۔ وہ اس امید پر خاموش ہوگئے۔ لیکن امام ترمذی کے استاد نے کہا۔ کہ جو شخص بچوں کو دھوکہ دے کر خاموش کرا سکتا ہے۔ وہ حدیث میں بھی لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے۔ پس دل میں یہ خیال کرتے ہوئے واپس لوٹ پڑے اس واقعہ سے اندازہ لگائیے۔ کہ محدثین اخذ حدیث میں کتنی احتیاط کرتے تھے۔ میں اپنے والد ماجد سے حدیث کا سبق پڑھ رہا تھا اس میں حدیث "سنۃ النیاح" آگئی جس میں ذکر ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں نوحہ کے ساتھ رویا کرتی تھیں۔ جب کوئی بڑا آدمی مرنے لگتا ہے۔ تو وصیت کر جاتا۔ کہ مجھ پر بہت رویا جائے۔ اور کافی مدت تک سلسلہ نوحہ خوانی باقی رکھا جاوے۔ تاکہ معلوم ہو جاوے۔ کہ مرنے والا ایک بڑی شخصیت تھی۔ تو میرے والد نے بھی ان عورتوں کی نقل اتاری۔ اور آپ نے روں، روں روں، روں کرکے دکھایا۔ ہم نے سوال کیا کہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اسی طرح مولانا گنگوہیؒ نے کرکے دکھایا اور ان کو شاہ عبدالغنیؒ نے اور ان کو شاہ اسحاقؒ نے۔ اور ان کو شاہ عبدالعزیزؒ نے ان کو شاہ ولی اللہؒ نے ان کو ابو طاہر مدنیؒ نے یہاں تک کہ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا کیا تھا۔ یوں ہی مسلمانوں نے اپنے رسول کی احادیث کی حفاظت کی اور آج تک کو محفوظ رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ باطل نے بھی اس میں رخنے ڈالے لیکن فتح ہمیشہ حق کو رہی۔ بہت سے لوگوں نے غلط حدیثیں وضع کیں لیکن محدثین نے ان کو علیحدہ کرکے دکھا دیا۔ دن کو رات سے اور رات کو دن سے الگ کر دیا۔

پہلے زمانہ میں واضعین حدیث تھے لیکن منکرین نہ تھے۔ آج اگر منکرین حدیث پیدا ہوگئے ہیں۔ تو پھر محبین بھی پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب تک حق کے ساتھ باطل نہ ٹکرایا جاوے۔ اس وقت تک حق کی شان ظاہر نہیں ہوتی۔ جب حق کے ساتھ باطل ٹکرایا جاوے تو نئے نئے علوم کھلتے ہیں۔ جب ایک حدیث پر اعتراض کیا جاویگا تو اس کے کئی جوابات دیئے جاوینگے اور علم کا ایک باب کھل جاوے گا یوں سمجھئے کہ اگر آگ اپنی جگہ رہے۔ اور پانی اپنی جگہ تو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا لیکن جب ان کا ٹکراؤ کیا جاوے تو ہزارہا فائدے ہوتے ہیں۔ آج کل جو زمانے نے ترقی کی ہے تو اس کا راز یہی ہے۔ کہ اربعہ عناصر کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔ جس سے ہزارہا فائدے ہوگئے اسی طرح اقوام عالم کو اللہ تعالےٰ ٹکراتے ہیں۔ تاکہ اس میں سے بھی فائدے ظاہر ہوں۔ اور اس سے بہت سی چیزوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ایک قوم کو دوسری کا خطرہ ہوگا۔ تو وہ اپنے ملک کی حفاظت کریں گے۔ اس کی سرحدیں مضبوط کریں گے اپنی مالی و معاشی حالت کو بہتر کریں گے۔ اقتصادی اور سیاسی حالت کو درست کریں گے۔ ان اقدامات میں ہر ایک ملک محفوظ ہو جاویگا اور یہی مطلب ہے اس آیتہ شریف کا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا

ترجمہ۔ اور اگر نہ ہوتا دور کرنا اللہ کا لوگوں کو بعض کو ان کے بعض سے۔ البتہ ڈھائے جاتے خلوت خانے درویشوں کے اور عبادت خانے نصاریٰ کے۔ اور عبادت خانے یہود کے۔ اور مسجدیں کہ لیا جاتا ہے۔ ان میں نام اللہ کا۔

بہرحال میرا مدعا فرض یہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اپنی کلام دی۔ جس کو اس آیت میں روح کہا گیا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا پ ع ۶

ترجمہ۔ اسی طرح وحی کی ہم نے طرف تیرے روح کو اپنے حکم سے۔

تو گویا اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی روح قرآن کو قرار دیا۔ تو جب تک مسلمانوں میں روح ہوگی۔ تو مسلمان زندہ ہوں گے اگر روح نہ ہوگی۔ تو مردہ اقوام میں شمار ہوں گے۔ آج کل مسلمانوں کی تنزلی کا سبب یہی ہے۔ کہ ان میں روح باقی نہیں ہے۔ جس طرح مردہ کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آج کل اقوام مسلمانوں کو مردہ جان کر دفن کرتی چلی جا رہی ہیں۔ ان کی تہذیب و تمدن کو خاک میں ملاتی جا رہی ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کو سب اقوام کا امام بنایا گیا تھا جس طرح قرآن مجید میں آیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

ترجمہ۔ تم بہترین امت ہو لوگوں کی بھلائی اور خیرخواہی کے لئے تمہیں نکالا گیا ہے۔

لیکن جب مسلمانوں کی حالت خراب ہوگئی۔ تو دوسری امت کیسے صحیح راہ پر رہ سکتی ہے۔ اقوام عالم کی اصلاح تب ہوسکتی ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں کی اصلاح ہو۔ چنانچہ ابھی کا واقعہ ہے۔ کہ ہم لدھیانہ شہر گئے۔ سیرۃ النبیؐ کا جلسہ تھا۔ وہاں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ لیکن سارا انتظام ہندوؤں نے کر رکھا تھا۔ جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ تم کو یہ شوق کیسے پیدا ہوگیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر مسلمانوں کی اصلاح ہوگئی تو ہماری اصلاح بھی ہو جائے گی۔ مزید اُنہوں نے کہا۔ کہ مسلمانوں کا جانا یہاں سے کیا ہوا۔ کہ ہمارا دھرم بھی ختم ہوگیا۔ کیونکہ مسلمان جب صبح کی اذان دیا کرتے تھے۔ تو ہمیں بھی اپنے ناتا پتا یاد آجاتے اور جب کہ اذان کی آواز نہیں رہی۔ تو ہم بھی اپنے دین سے غافل ہوگئے۔

یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسلمان اقوام عالم کے امام ہیں اور دنیا ان کی امامت تسلیم کررہی ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان قوم نے اپنی روح کو کھو کر اپنے کو مردہ کر دیا۔ دوسروں کو کیا زندگی بخشیں گے۔ اسی واسطے ضرورت ہے اس روح کی۔ اور یہ روح آئیگی درس قرآن سے۔ تلاوت کتاب اللہ کی جائے۔ مگر مسلمانوں نے یہ دونو طریقے چھوڑ دیئے ہیں۔ کتاب اللہ کی تلاوت سے روح کو تازگی ملتی ہے۔ اور اجر عظیم حاصل ہوتا ہے جس طرح نماز میں تلاوت قرآن باعث فضیلت ہے۔ اسی طرح نماز کے باہر باعث برکت اور ثواب ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کا ترجمہ نہ آئے۔ تو پھر محض تلاوت اور لفظ گردانی کا کیا فائدہ۔ تو جواباً عرض ہے۔ کہ تمام کتابوں کا یہی قانون ہے۔ کہ بلا سمجھے ان کا پڑھنا فضول ہے۔ لیکن قرآن اس قاعدے سے خارج ہے قرآن مجید کی محض تلاوت ہی باعث برکت ہے اور روح کو تازگی بخشتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ترجمہ جاننا بھی ضروری ہے۔ اور ترجمہ جاننے والے کی تلاوت اور ترجمہ نہ جاننے والے کی تلاوت میں بڑا فرق ہے۔

گزشتہ زمانے میں ہر مسجد کے اندر درس ہوتا تھا۔ اور قرآن پڑھانے کے حفاظ متعین ہوتے تھے جس کی وجہ سے ہر بچہ قرآن پڑھنے والا نیک سیرت با اخلاق ہوتا تھا۔ اتنا با اخلاق کہ دارالعلوم کا فاضل بھی اس سے کم ہے۔ میاں جی صاحب کا تعلیم یافتہ طالب علم آج کے طالب علم سے ہزار ہا درجہ بہتر ہوتا تھا۔

لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے یہ طریقے ختم کر دیئے۔ حالانکہ آج ان کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ آج ہر طرف سے فسق و فجور کا دور ہے۔ اور الحاد کا سیلاب امڈ رہا ہے۔ اگر مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ تو باقی ماندہ عزت بھی خاک میں مل جائے گی۔ اور دوسرے کسی طریقہ سے حاصل نہیں ہوسکے گی کیونکہ انہوں نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور جب وہ اپنا دعویٰ ثابت نہیں کرسکے گا۔ تو یہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور جھوٹے کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔

بہرحال مسلمانوں کے ہر فعل اور ہر قول میں اسلام پایا جانا ضروری اور لازم ہے۔ تب کہیں جا کر اپنے دعوے میں سچے ہوں گے۔ اور یہ تب ہوسکتا ہے۔ جب قرآن اور درس قرآن کو جاری رکھا جائے۔ اور جا بجا مدارس کا قیام عمل میں آئے ہر چھوٹا بڑا قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالےٰ سے التجا ہے۔ کہ وہ ہمیں اپنے احکام کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ بشاراتِ غیبی صث سے آگے

منوّر ہو گیا اور اس کی تمام چیزیں روشن ہو گئیں۔ ستارے جھکے آ رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب زمین پر آ گریں گے۔ (بیہقی بحوالہ ترجمان السنہ جلد ۳)

۲۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے ولادت با سعادت کے وقت ایک نور دیکھا۔ جس سے شہر بصریٰ اور شام کے محل روشن ہو گئے۔ (ترجمان السنہ)

۳۔ قبیلہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل آپؐ کا حلیہ مبارکہ اور آپؐ کی سب علامات بیان کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب سرخ ستارے کا طلوع ہوا تو انہوں نے خبر دی کہ یہ اسی رسول کے ظہور کی علامت ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ آپؐ کا اسم مبارک احمد ہے اور آپؐ کی ہجرت کا شہر یثرب ہے۔

(ترجمان السنہ)

۴۔ مکہ میں تجارت کی غرض سے ایک یہودی رہتا تھا۔ جس رات آپؐ پیدا ہوئے اس نے قریش سے کہا۔ کہ آج دنیا کی آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت نبوت موجود ہے۔ قریش کو اس کے طفیل ایسی عظمت و شوکت نصیب ہوگی جس کا دنیا بھر میں چرچا ہوگا۔ (سیرت مصطفےٰ)

۵۔ اسی رات ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا۔ اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لئے جا رہے ہیں۔ اور دجلہ کو پار کر کے تمام ملک میں پھیل گئے۔ آنکھ کھلی تو طبیعت پریشان تھی۔ دربار منعقد کیا۔ اراکینِ سلطنت کو اس حادثہ کی اطلاع دی۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ فارس کے آتش کدہ کی وہ آگ جو ہزار سال سے روشن تھی دفعتہً سرد پڑ گئی اور دریائے سادہ خشک ہو گیا۔ یہ سن کر کسریٰ کی پریشانی میں اور اضافہ ہوا مذہبی پیشوا کو تعبیر خواب کے لئے بلایا۔ اس نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے۔ عرب میں کوئی عظیم الشان حادثہ رونما ہوا ہے۔ نوشیرواں شاہِ ایران کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ ملک عرب میں ایک مسیحی فرمانروا نعمان بن منذر کے نام فرمان جاری کیا کہ کسی مشہور عالم کو ہمارے پاس بھیج دو۔ اس نے اپنے مذہبی پیشوا عبدالمسیح کو بھیج دیا۔ کسریٰ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کوئی شخص بغیر پوچھے از خود میرے سوال کا جواب دے۔ اس نے کہا کہ ایسا علم تو میرے ماموں سطیح کے سوا کسی کو نہیں۔ چنانچہ وہ شاہی اجازت سے سطیح کے پاس پہنچا۔ سطیح نے اس کے آنے کا مقصد بیان کر کے کہا۔ کہ اللہ کا برگزیدہ آخری نبی پیدا ہو گیا ہے۔ عنقریب فارس کا ملک اس کے قبضہ میں آ جائے گا۔ اور کسریٰ کے چودہ جانشینوں کے بعد موجودہ سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لوگوں کو اس پر حیرت ہے کہ سلاطین کے تخت تو بعد میں اوندھے ہوئے۔ پھر پہلے اس کا مشاہدہ کیونکر ہوا لیکن عرض کیا جا چکا ہے کہ ایسے ہی جیسے کئی سال پہلے شاہِ مصر کو قحط کا مشاہدہ ہو گیا۔

دنیا نے بہت جلد دیکھ لیا کہ اس خاندان کے چودہ بادشاہوں کے تخت یکے بعد دیگرے اوندھے ہو گئے اور ملکِ فارس پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔

●

جس طرح دن نکلتا ہے اور اس سے پہلے روشنی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپؐ کی تشریف آوری کے وقت طرح طرح کے عجائبات اور انوار و برکات کا ظہور کوئی اچنبھے کی بات نہیں بلکہ یقینی اور لازمی ہے۔

آپؐ کی پیدائش کی برکت سے انوارِ الٰہیہ زمین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ستارے جھک پڑے، گھر منور ہوا۔ روم کے محل نظر آنا، ایوانِ کسریٰ کا لرزنا اور آتشکدۂ فارس کا سرد پڑنا یہ سب روم و فارس کی سلطنتوں کے خاتمہ کی علامت اور دنیا سے کفر و گمراہی کے مٹنے کی بشارت ہے۔

جمعہ یا ماہ رمضان یا کسی اور متبرک دن میں اگر آپؐ کی پیدائش ہوتی تو شاید یہ بات کہی جاتی کہ آپؐ کو دن اور مہینہ سے برکت حاصل ہوئی اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسے مہینہ اور دن میں پیدا فرمایا کہ آپ کی برکت سے اس مہینہ اور دن کو فضیلت نصیب ہوئی۔

اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہ پہنچ سکا
لہذا
سریعت کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے ※

بقیہ اسوۂ حسنہ صـ۹ سے آگے

دوسروں کو سلام کرنے کا عادی بننا چاہیئے۔

(۶) حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری کا خیال رکھنا چاہیئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے سوال کیا گیا۔

مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف رکھتے تھے کیا کرتے تھے؟

حضرت صدیقہؓ نے فرمایا۔

كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ

یعنی آپ سرکارؐ جب گھر میں ہوتے گھر والوں کی خدمت کرتے۔

فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

مگر جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے (مسجد) میں تشریف لے جاتے۔

حاصل کلام

یہ اسوہ حسنہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری کی پوری طرح تعلیم دیتا ہے۔ ان دونوں حقوق کے بجا لانے پر ہماری آخرت کی نجات منحصر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ تن دہی کے ساتھ دونوں حقوق بجا لاتے رہیں۔ نہ حقوق العباد میں کمی آنے دیں نہ فرض نمازیں چھوٹنے پائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی ہے۔

(۷) تکبر و خود پسندی سے بچنا چاہیئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا شروع کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا۔

كُلْ بِيَمِيْنِكَ

(اپنے دائیں ہاتھ سے کھا)

اس نے جواب دیا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔

آپؐ نے (یہ جواب سن کر) فرمایا

لَا اسْتَطَعْتَ

(تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے گا)

اس شخص کو دائیں ہاتھ سے کھانے سے جس چیز نے روکا وہ تکبر اور خود پسندی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے بعد

اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے افضل ہے

از میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام عبادات کی روح ہے یہ نہ ہو تو عبادت ایک جسد بے روح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر قلبی ہو یا لسانی۔ سرّی ہو یا جہری بہت بڑی چیز ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور دلِ مضطر کو تسکین ہوتی ہے۔ ذکر الٰہی کامیابی کا گھر ہے ذکر کے معنی لغت میں "یاد رکھنا" ہے۔ اس کا مقابل نسیان ہے یعنی بھول جانا۔ اور یاد سے اصل مراد کسی لفظ کو زبان سے رٹنا نہیں ہے بلکہ ہر کام میں اور حالت میں یاد رکھنا ہے۔ گویا ذکر اللہ کا اصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پورا تعلق پیدا ہو جائے اور تعلق سے مراد دل کا لگاؤ ہے۔ یعنی دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور جس کو عرف میں "دل میں بس جانا" کہتے ہیں۔ اللہ کے ذکر کا مقصد ہی یہی ہے کہ قلب میں اس کی یاد رچ جائے اور بس جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روک دے اور اس کی فرمانبرداری پہ کمر ہمت چست کر دے۔ اور جس کو اللہ کا ذکر معاصی سے نہ روکے تو یہ ذکر کی صورت ہو گی حقیقت نہ ہو گی۔ ذکر الٰہی تمام اعمال کی جڑ ہے۔ محض ذکر بغیر دوسرے اعمال کے کار آمد نہیں ہے۔ کمال یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ اور کسی وقت بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے متعلق اس کا ارشاد ہے فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ — تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کئی صورتیں ہیں کسی طرح کا بھی ذکر ہو جس میں اللہ تعالیٰ کا نام آئے اس کے ذکر میں شامل ہے۔ بہترین زبان وہ ہے جو ہر وقت اللہ کے ذکر میں تر ہو اور بہترین دل وہ ہے جو ہر حالت میں اللہ کا شکر کرنے والا ہو۔ ذکر تین طرح پہ ہوتا ہے۔

(۱) زبان کا ذکر۔ زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف تسبیح اور حمد و ثنا بیان کرنا۔ اور قرآن کریم کی تلاوت وغیرہ۔

(۲) دل کا ذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرف متوجہ ہونا۔

(۳) اعضا کا ذکر۔ تمام اندام نیک کاموں میں مصروف ہوں اور برائی سے دور رہیں۔ سب سے بڑا ذکر تلاوت قرآن ہے۔ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اور تمام ارضی و سماوی انعامات سے افضل ہے۔ اگر کوئی بندہ خدا سے ہم کلام ہونا چاہے تو قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ قرآن کریم کے الفاظ کے برابر دنیا میں اور کوئی عظیم الشان الفاظ نہیں ہیں ان کی تلاوت سے انسان کے دل میں خدا کی عظمت پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ الم ایک حرف نہیں ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی ان تینوں حرفوں کے پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ ایک پارہ پڑھنے میں کتنی نیکیاں ہمارے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں۔ مگر ہم قرآن کریم کی تلاوت کی قدر نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام سے محروم رہتے ہیں۔

نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اور ہمارے روحانی امراض کا علاج ہے۔ نماز بیحیائی اور برائی سے روکتی ہے نماز میں شانِ عبدیت کا ظہور ہے۔ انسان اپنے دل زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالق کے سامنے بندگی اور عبدیت کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار کرتا ہے۔ انسان اپنی ظاہری اور باطنی حیثیت سے عرض و التجا اور تذلل و عاجزی کی تصویر بن جاتا ہے اور روح و جسم دونوں اس ارحم الراحمین کے سامنے جھک کر سجدہ نیاز ادا کرتے ہیں انسان اللہ اکبر کہہ کر دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے پھر اللہ اکبر کہہ کر جھکتا ہے۔ اور پھر زمین پہ سر رکھ دیتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی عزت اور بڑائی کو خدا کے سامنے فنا کر دیتا ہے۔ زمین پہ سر رکھنا غائت عبودیت کا اقرار ہے۔ نماز اگر کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے۔

اسی طرح تسبیحات کا پڑھنا اور نوافل وغیرہ کا ادا کرنا اور دیگر اعمال حسنہ بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہیں اور اس کے قرب کا ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے کوئی پابندی اور شرط نہیں ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ اور صبح و شام کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ بے تعداد ذکر ہو۔ شب و روز کی قید نہیں۔ طہارت یا غیر طہارت کی بھی پابندی نہیں۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہوں یا نئے۔ ہر وقت اور ہر لحظہ اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ روزے سال میں ایک مہینے کے فرض ہیں زکوٰۃ سال میں ایک دفعہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ حج کرنا ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ وہ بشرطیکہ استطاعت ہو۔ لیکن ذکر اللہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی کوئی حد مقرر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی صرف یہ ہے کہ بندہ ہر حالت میں اسکو یاد رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے تھے آپکا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھیں لگیں وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی ذکر کے لئے وضو کی بھی شرط نہیں ہے۔ نماز کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن ذکر کے لئے کسی جہت کی ضرورت نہیں۔ مادر زاد ننگے کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن ذکر کے لئے کپڑے پہننے کی بھی شرط نہیں۔ اللہ کے ذکر کے لئے قیود کیسے وہ تو ہر وقت کا وظیفہ ہونا چاہئے۔ کسی نے مجنوں کو ریگستان میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ اپنی انگلی سے لیلیٰ کا نام بار بار لکھ رہا تھا۔ دیکھنے والے نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا۔

گفت مشق نامِ لیلےٰ میکنم
خاطرِ خود را تسلی مے کنم

ہمیں بھی اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت ذکرِ خدا میں مشغول رہنا چاہیئے۔ تاکہ اطمینانِ قلب حاصل ہو۔ جو وقت اللہ کے ذکر سے خالی ہو گا قیامت کے دن موجب حسرت و ندامت ہو گا۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے نماز وقت پر ادا نہ ہو سکے تو قضا کر کے پڑھی جا سکتی۔ اور اللہ سے اس کی معافی مانگی جا سکتی ہے لیکن سانس جو اللہ کے ذکر سے خالی رہ جائے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دینے سے زیادہ بدتر اور گناہ کوئی نہیں ہے جو زندگی یادِ خدا سے خالی ہو وہ حقیقت میں زندگی ہی نہیں ہے۔ وہ یا تو موت ہے یا زندگی کے ساتھ ایک طرح کا مذاق ہے۔

اللہ کا ذکر روح کی میل کچیل دور کرنیکا بہترین صابن ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔

ہر چیز کی صفائی کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی گندگی اور زنگ دور کیا جاتا ہے۔ دلوں کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے ذکر سے دل کی میل کچیل صاف ہو جاتی ہے۔ ظاہری میل کچیل کے سوا انسان کے اندر اخلاقی میل کچیل بھی ہوتی ہے۔ جو مکارم اخلاق اختیار کرتے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے

سے دور ہو جاتی ہے۔ دریا یا کنوئیں کا پانی یا صابن اسے دور نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ایسی چیز ہے جو دل کو صاف کر سکتی ہے۔

اللہ کا ذکر اطمینان قلب کا ذریعہ ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں۔ ان کے دل اللہ کی یاد سے، دیکھو اللہ ہی کی یاد سے ہی چین پاتے ہیں دل۔ اللہ کا ذکر قلبی سکون اور راحت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور ہر طرح کی دنیوی وحشت اور اضطراب کو دور کرتا ہے۔ دولت حکومت اور جاگیر کوئی چیز بھی انسان کو حقیقی سکون نہیں دے سکتے صرف یاد الٰہی سے تعلق باللہ ٹھیک ہوتا ہے جو دل کے اضطراب کو دور کرتا ہے۔ لذت اور سرور تعلق سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ اگر اللہ کے ساتھ تعلق خاطر ہو تو پھر غربت و افلاس میں بھی وہ کیفیت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ جو جگمگاتے ہوئے محلات کی زیب و زینت کے سامان بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو؟ حق تعالیٰ سے جس قدر تعلق ٹوٹتا ہے۔ خواہشات کا دامن اسی قدر وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اور جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں رہتی۔ اور خدا سے تعلق نہ رہنا گناہ کا موجب ہوتا ہے۔ اور بے چینی پیدا کرتا ہے۔

نفسیات کا یہ عام قانون ہے کہ انسان جس چیز کے خیال اور دھن میں لگا رہتا ہے رفتہ رفتہ اس کی خو بو اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ کی دھن سے بہتر اور کوئی دھن ہو ہی نہیں سکتی۔ دن اور رات کا زیادہ حصہ اس میں گزار دو۔ اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی میں مشغول رہو۔ فرحت اور سرور کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ اطمینان قلب جو دنیا کی کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ میسّر آ جائے گا۔ جو لذت حق تعالیٰ کی یاد میں ہے اس کے مقابلہ میں لذات جہاں بالکل ہیچ ہیں۔ جب بندہ کو اپنے مالک سے انس پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس کو سارے درد و غم کا علاج مل جاتا ہے اور اس کی طرف رخ کر کے وہ سارے جہاں سے فارغ ہو جاتا ہے۔ یہ انس اور تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی یاد کے بغیر کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتی جس کا دل ذاکر ہو اس کے بدن اور لباس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور جس بدن میں غافل دل ہوتا ہے اس کے بدن اور لباس پہ خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اللہ کے ساتھ تھوڑا سا تعلق بھی بہت ہے۔ بڑی سے بڑی سلطنت سے بھی یہ دولت بڑی ہے۔

اللہ کا نام بڑا سہل ہے اور بندہ کو ہر حالت میں اسکے ذکر کرنے کی اجازت ہے

اللہ کا نام کتنا سہل ہے۔ اس کی وسعت رحمت کا اندازہ لگائیے کہ ہر حالت میں اپنا نام لینے کی اجازت دے دی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کا نام بھی بہت بڑا ہوتا۔ اتنی بڑی ذات اور نام اتنا مختصر اور اتنا آسان کہ چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی آسانی سے اس کا تلفظ کر سکتا ہے۔ چھوٹا بڑا جاہل اور عالم سب آسانی سے بول سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے لئے کوئی قید یا پابندی نہیں لگائی۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ اور اس کا کتنا بڑا احسان ہے لیکن ہم توجہ ہی نہیں کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نام کے ساتھ آداب و القاب کی شرط لگا دیتے تو سوچیئے کہ ہم اس کی بارگاہ کے لائق القاب کہاں سے لاتے۔ قیامت تک اس کا نام ہی نہ لے سکتے۔ اگر گناہ سے پاک ہونے کی شرط لگا دیتے تو شاید ہی کسی کو نام لینا نصیب ہوتا۔ مگر اس کی بے انتہا رحمت کا اندازہ لگائیے کہ گنہگار کو بھی نام لینے کی اجازت دے دی اور باوجود گناہوں کے اس پر ثواب کا بھی وعدہ کر دیا۔ سینکڑوں گناہ ہوتے رہیں مگر اس کا ذکر نہ چھوڑو۔ اور ہر حالت میں اس کے ذکر میں لگے رہو۔

اگر حق تعالیٰ اپنا نام لینے کے لیے پاک ہونے کی شرط لگا دیتے تو لاکھوں سمندروں سے بھی غسل کر لینے کے باوجود اس لائق نہ ہوتے کہ اس کا نام لیں۔

مگر اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ اپنا نام لینے کے لیے طہارت قانونی کی قید بھی اڑا دی۔ پاک ناپاک وضو بادضو ہر حالت میں نام لینے کی اجازت دے دی لیکن ہم ہیں کہ ایسی عظیم الشان نعمت کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔

طریق کار

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔

اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اس سے غفلت نہ برتو اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو۔ یہی ذریعہ نجات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھکر کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی نہیں ہے ذکر سے غفلت موت ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

اللہ کا نام لیتا رہ اور سب چیزوں سے الگ ہو کر اپنے آپ کو بالکل اس کے حوالے کر دے دنیا کی تدبیروں میں مشغول نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تیرے سارے کام درست کر دے گا۔ اللہ کے ذکر کی یہاں تک مشق کرو کہ مرنے کے وقت بے اختیار اللہ کا ذکر تمہاری زبان سے جاری ہو جائے۔

اللہ کا نام لینے میں اتنا خیال ضرور رکھو کہ جس زبان سے اللہ کا نام لیتے ہو جھوٹ غیبت اور بے ہودہ باتوں سے اسے پاک رکھو۔ مال و اولاد کی محبت میں خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ۔

اگر اللہ کا نام لینے میں کچھ نفع نظر نہ آئے تو گھبرا کر چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔ یہ نام لینا بھی نفع ہے زہے قسمت کہ اللہ تعالیٰ اپنا نام لینے کی توفیق تو دیتا ہے گیا یہ کم نفع ہے۔ بندہ کا کام ہے کوشش کرنا۔ منزل مقصود پہ پہنچانا اللہ کا کام ہے۔ جو معرفت و حقیقت کے لئے کوشش کرے گا۔ اور ذکر و فکر کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے تک پہنچا دے گا۔ جو دروازہ کھٹکھٹائے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ لیکن جو کنڈی ہی نہیں ہلاتا اس کے لئے دروازہ نہیں کھلتا۔ تو حسرت کس پر ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بلا رہا ہے۔ رستہ دکھا رہا ہے۔ لیکن ہم خواب غفلت میں مست ہیں۔

اطلاع

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہٗ ۲۳ر اگست ۱۹۶۲ء تک دورہ پر ہیں۔ احباب جماعت مطلع رہیں۔ (ادارہ)

بقیہ مجلس ذکر صٓ سے آگے

بشادِ ربانی واضح طور پہ فلاح و بی کی بشارت سنا رہا ہے — قَدْ لَحَ مَنْ زَکّٰھَا — تحقیق فلاح پا جس نے اپنے نفس کو سنوار لیا۔ تزکیہ نام ہی ظاہر و باطن کی صفائی روحانی بیماریوں سے شفایابی کا ہے کام جو خلافِ شرع ہو وہ ایک تقل روحانی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ یں روحانی بیماریوں سے صحتیاب ہو دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے

محترم حضرات! کس قدر عجیب دور گیا ہے۔ کہ اسلامی اقدار پامال ہو ہی ہیں — دین نااہل ہاتھوں میں ایک کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔ اور موجودہ مسلمان کی حالت ایک تماشائی سے زیادہ نظر نہیں آتی۔

یہ راگ و رنگ اور کھیل تماشے کون سا اسلام ہے؟ سگریٹ پر بے محابا روپیہ خرچ کرنا دین کی کون سی رکم ہے؟ روشنی اور جھنڈیوں پر بے جا اسراف کس مذہب کا جزو ہے؟ کیا دینِ حق کے واضح احکامات ہمارے پاس موجود نہیں اور کیا قرآن حکیم پکار پکار کر یہ نہیں کہہ رہا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ

پھر آپ کیوں اس آواز پر کان نہیں دھرتے؟ کیا تمہیں ان تماشوں سے فرصت نہیں کہ جنہوں نے خود تمہیں ایک تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا مے روی

محترم حضرات! حضور علیہ السلام کے بیان کردہ معیار "ما انا علیہ و اصحابی" کو سامنے رکھئے اور دیکھئے! — کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوالیاں سنا کرتے تھے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایسی مجالس میں شریک ہوتا تھا؟ سیدنا ابوبکرؓ معاذاللہ تالیاں پیٹا کرتے تھے؟ سیدنا عمرؓ طبلے پر تھاپ لگاتے تھے؟ سیدنا عثمان غنیؓ ہارمونیم لے کر بیٹھتے تھے۔ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ سارنگی پر راگ الاپا کرتے تھے؟ العیاذ باللہ — قرآن حکیم میں کوئی حکم بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کی تائید میں ہے؟ اگر اس کی کوئی نظیر کتاب و سنت میں نہیں ملتی۔ صحابہؓ کی زندگیاں اس سے یکسر خالی ہیں۔ تابعین کے ہاں اس کا نشان بھی نہیں ملتا۔ تو پھر آپ ہی بتائیں۔ اس طرزِ عمل کو اپنانے والے کون سے زمرہ میں شامل ہیں۔ بہتر فرقوں میں سے ایک ہیں یا — ناجی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

خدا را ٹھنڈے دل سے سوچئے۔ صحابہؓ کی زندگیوں پر نگاہ دوڑائیے — رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ حیات پر نظر ڈالئے۔ کتب سیر کا مطالعہ فرمائیے۔ اور ان سب کو پیش نظر رکھ کر اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیجئے۔ تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف نظر آجائے گا۔

عزیزانِ محترم! وہ لوگ جو اس سلسلے میں بعض بزرگوں کے احوال سے اس کا استدلال کرتے ہیں۔ تو وہ عوام کو صریح دھوکہ دیتے ہیں — بزرگوں کے ہاں بھی اس قسم کی کوئی چیز نہ تھی۔ سماع کا وجود بعض بزرگوں کے نزدیک ضرور ہے لیکن اس کی شکل اس کھیل تماشے اور ہاؤ ہو سے قطعی مختلف ہے۔ مزامیر سب کے ہاں ناجائز ہیں۔

قوالیوں اور نذر نذرانوں والا تصوف موجودہ دور کی ایجاد ہے۔ ہمارے اسلاف کے ہاں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اہل اللہ تو لوگوں کو خدا سے جوڑنے کے لئے آتے ہیں۔ کھیل تماشوں، لہو و لعب میلوں ٹھیلوں سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا — وہ انسان کو یادِ خدا میں شاغل کر دیتے ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا سب دین بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ کتاب و سنت کا رنگ چڑھا کر محبوب بارگاہِ الٰہی بنا دیتے ہیں وہ خلافِ شرع امور کی کیسے حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں۔ جبکہ شریعت خود ان کا اوڑھنا بچھونا اور طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے —

یہ بابا قائم دین جو ہماری مسجد میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ بالکل ان پڑھ اور امی محض ہیں۔ شروع میں جب تشریف لائے تو گھاس کھود کر پیٹ پالا کرتے تھے لیکن یہاں حضرتؒ کی محبت کا جو رنگ چڑھا تو اب ان پڑھ ہونے کے باوجود سارے قرآن کا ترجمہ جانتا ہے۔ اللہ کا خوف ہر وقت اس پر طاری رہتا ہے۔ ایمان کی بلندیوں پر اڑتا ہے۔ کیا مجال جو ایک تہجد بھی اس کی کبھی قضا ہو جائے۔ حدیثیں اس قدر یاد ہیں کہ کسی عالم کو بھی کیا یاد ہوں گی۔ قرآن و سنت کی توضیح کئی علماء سے بھی بڑھ کر کر سکتا ہے۔ اور لکھنا تو درکنار ایک لفظ تک پڑھنا نہیں جانتا — صرف قرآن حکیم پڑھ سکتا ہے۔ اور یہ سب حضرتؒ کے فیضانِ صحبت کا نتیجہ ہے کہ قرآن کے معانی بھی بیان کر سکتا ہے۔ اور کئی حدیثیں اپنے بیان کی تائید میں پیش کر سکتا ہے — اب اس کی خوش قسمتی کا اندازہ کیجئے کہ حضرت اس پر اس قدر خوش تھے کہ اس کے متعلق فرماتے "دنیا میں جنتی دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لو۔ توحید سیکھنی ہو تو قائم دین سے سمجھ لو۔ اور ساتھ ہی فرماتے یہ جو آیا ہے اھل الجنۃ بُلْہٌ" تو قائم دین اس کی مکمل تفسیر ہے۔ پھر مسلسل سالہا سال سے اس کا کھانا حضرت علیہ الرحمتہ گھر سے بھجواتے اور یہ حضرتؒ کی سنت آج تک جاری ہے۔ کہ ہم بھی اس کا کھانا گھر سے بھجواتے ہیں۔

محترم حضرات! اہل اللہ تو یہ رنگ چڑھاتے ہیں۔ ان کے ہاں بے دین۔ دیندار، بے نماز، پکے نمازی بلکہ تہجد گذار، دنیا دار اللہ کے سچے اور ہر وقت وفادار اور سنتِ مصطفےٰؐ کے کامل تابعدار بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صحیح معنوں میں کامل مومن اور مسلم بنائے۔ قرآن و سنت کا رنگ ہماری زندگیوں میں جاری و ساری ہو اور جب دنیا سے رخصت ہوں تو ایمان کامل پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین!

بقیہ خطبہ جمعہ صك سے آگے

اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور انتشار سے باز آؤ۔

کہیں کہا :۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔

آپس میں جھگڑے مت کرو ، ورنہ تم نامردے اور بزدلے ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا بگڑ جائے گی۔

کہیں فرمایا :۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ۔

تم اپنے مخالفین اور دوسری اقوام کے لئے جہاں تک تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں اور سواریوں کی اشیاء تیار کرو جن کے ذریعے سے تم خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں اور دوسری قوموں کو ڈراتے رہو۔

اور کہیں فرماتے ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا

اے ایمان والو! جب تمہاری کسی جماعت سے مڈبھیڑ ہو جائے اور جنگ میں مقابلہ پر آ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور وہیں ڈٹ جاؤ۔

اور اس کے بعد دوسری ضروریاتِ جنگ اور طریقِ فتحیابی ذکر کئے گئے ہیں غرضیکہ ایسی ایسی مادی قوتوں کی بہت سی تعلیمات ہیں جن کے ذریعے سے وہ وہ رعب خداوندکریم نے مسلمانوں کا پیدا کر دیا تھا کہ حدود اسلام سے ایک ایک ماہ پر رہنے والی بادشاہتیں ڈرتی تھیں نصرت بالرعب سیرۃ شہر(؟) میں ایک مہینہ تک کی دوری تک رعب اور ہیبت پڑنے کے ذریعے سے مدد کیا گیا ہوں) (شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

محترم حضرات ! آئیے ہم اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس مبارک اور مقدّس مہینے کے احترام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جس میں خداوند قدوس کی سب سے محبوب ترین شخصیت اور کائناتِ انسانی کے دولھا نے جنم لیا۔ عہد کریں کہ تمام بے جا سرگرمیوں اور فضول و بے معنی ہنگامہ آرائیوں کو یک قلم ترک کرکے ان تینوں قوتوں کو اپنے اندر پیدا کریں گے۔ اشتعال ، غیض و غضب اور تعصّب کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔ اور اخلاق ، وسیع حوصلگی اور استقامت کے ہتھیاروں سے مزیّن ہو کر کائناتِ انسانی کی کایا پلٹ کر رکھ دیں گے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں کتاب و سنت کو ہر عملِ حیات میں مشعلِ راہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی کی اشاعت و ترویج کے لئے ہمیں زندہ رکھے اور اسی کی حفاظت پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین !

بقیہ اداریہ صك سے آگے

مصر کی طاقت نہ ہوتی اور ناصر کی سرپرستی میں مصر ایٹمی میدان میں آگے نہ نکل گیا ہوتا تو فلسطین کی یہودی حکومت اسلحہ کے بل بوتے پر تمام عربوں کی چھاتی پر مونگ دلتی ہم امریکہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ناصر اور عربوں کے دل جیتنے کی خاطر اسرائیلی حکومت کی ناز برداری ترک کر دے ورنہ مشرق وسطیٰ میں عراق اور مصر کی موجودگی اور یہودیوں سے عربوں کی بیزاری مشرقِ وسطیٰ میں امریکی سیاست کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیگی۔ نیز ہمارا یہ یقین ہے کہ یہودی مغضوب علیہ قوم ہے جو بھی اس کا ساتھ دے گا صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔

سیدالاتقیاء اسوۃ الصلحاء مہاجر مدنی حضرت مولانا حبیب اللہ مدظلہ العالی کا

مکتوب گرامی

یہ مکتوب گرامی اماں جی امام اللہ فضلہا کے نام ہے۔ چنانچہ انہیں کی خواہش کے مطابق ہدیۂ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔ احقرالانام محمد صابر عفی عنہ خادم حضرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد

بپیشگاہ علیا حضرۃ آیتہ رحمت والدہ ماجدہ مخدومتہ المکرمہ حاجیہ زید مجدکن

سلام مسنون ۔ مزاج شریف ۔ جیاللعبد ۔ از مکۃ المکرمہ

الحمد للہ رب العالمین بخیر و عافیت اور ہر طرح سے خوش و خورم ہوں۔ اللہ کی رحمت کاملہ سے یقینی توقع ہے کہ ان شاء اللہ العزیز آپ سب حضرات بھی میری طرح مع الخیر ہونگے۔ کل گذشتہ یوم الجمعہ ۱۸ صفر ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۶۲ء کو نماز جمعہ سے قبل بیٹھا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں لاہور گیا ہوں۔ مجھ کو ایک جگہ دکھائی گئی ہے اور بتانے والے بتا رہے ہیں کہ یہاں پر دریاء سندھ بہتا تھا۔ اب اس نے اپنا رخ بدل لیا ہے۔ دریا کے رخ بدل لینے کی وجہ سے جو زمینیں پہلے آباد تھی سب بنجر و ویران ہوگئیں کھیتیاں لہلہا کر جل گئیں چمن اجڑ گئے مجھے خواب میں ہی اسقدر افسوس ہو رہا ہے کہ بہت رو رہا ہوں۔ اور خیال کرتا ہوں کہ جتنے انسانوں جانوروں۔ پرندوں۔ چرندوں۔ اور کھیتوں اور باغات کو دریا کا جو نفع پہنچتا تھا۔ دریا کے رخ بدل لینے کی وجہ سے سب محروم ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

خواب میں ہی مجھ کو بتایا جا رہا ہے کہ دریاء سندھ سے مراد (مرحوم و مغفور اعلیحضرت قبلہ اباجان رحمتہ اللہ علیہ رحمتہً واسعتہً تامتہً) ہیں جن کی صحبت میں لوگوں کے قلوب کی زمینیں سرسبز و شاداب ہوتیں تھیں۔ اور افکار طیبہ اور نیات صالحہ کا بیج بویا جاتا تھا اور اعمال صالحہ اور تقویٰ کی خوب کاشت ہوتی تھی اور توفیق میسر آتی تھی۔ اب اس دریا نے اپنا رخ دنیا سے آخرت کی طرف پھیر لیا ہے ۔

(۲)

خواب میں جب یہ رنج و غم بہت ہی بڑھ گیا تو میں نے دیکھا کہ بہت بادل آئے ہیں۔ اور خوب کھل کر ابر بہار برسا۔ اتنی کثرت سے بارش برسی کہ دریائے راوی کی طرح پھر پانی چلنے لگا۔ اگرچہ یہ دریاء سندھ کی طرح بہت موجزن نہیں۔ لیکن وہ جو ویرانی و بے رونقی تھی وہ چلی گئی اور پھر بہار آگئی۔ اور یہ دریا ٹھیک مسجد لائن سبحان خان سے بہنا شروع ہوا ہے۔ ہمارا دار الحفاظ جہاں قاری عبدالکریم صاحب دیوبندی پڑھاتے تھے وہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اور باہر باہر بڑی مسجد کے ساتھ بہتا ہوا چلا جاتا ہے۔

خواب میں ہی مجھ کو بتایا گیا کہ اس دریا سے مراد برادر عزیز مولوی محمد انور سلمہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے احیاء دین کی اس کو مئی توفیق بخشی ہے اور علوم و معارف کا دریا پھر سے جاری ہوگیا ہے۔ اور ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ چشم بددور۔ چشم حاسد کور۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کی کوششیں منظور ہیں۔

اب مجھ کو اسقدر خوشی ہوئی جس کی کوئی حد نہیں رہی ۔ عربی زبان کا محاورہ ہے "السرور اذا افرط ابکی"

خوشی جو حد سے بڑھ کر ہو وہ انسان کو رلا دیتی ہے۔ اب میں خوشی سے رونے لگا۔ اور جب میری آنکھ کھلی تو واقعی میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور دیر تک جاری رہے جنہیں میں نے کپڑے سے پونچھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم تینوں بھائیوں میں سے اعلیحضرت قبلہ اباجان رحمتہ اللہ علیہ کی مسند پر بیٹھ کر دین کی خدمت کا شرف مولوی محمد انور سلمہ کو بخشا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یا حبذا ہذا الشرف۔ اب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے استقامت عطا فرمائے۔ اور کسی گناہ کی وجہ سے یہ نعمت چھین نہ جائے۔ اللہم اجعلنا من الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔۔۔ الآیۃ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ آمین۔ یا الہ العالمین

دوسری مؤدبانہ گذارش یہ ہے کہ حضور اقدس کا ۱۰ جولائی ۱۹۶۲ء کا عزیزم عبدالماجد سلمہ سے لکھوایا ہوا خط ۱۷ جولائی ۱۹۶۲ء ۱۵ صفر ۱۳۸۲ھ کو بعد از نماز عشا باعث سرفرازی ہوا۔ سفر مبارک حرمین الشریفین کے متعلق لکھا ہے "اب ارادہ کمزور سا ہوگیا ہے۔"

ومن عجائب الزمن۔ زمانہ کے عجیب اتفاقات میں سے یہ ایک اتفاق ہے کہ جس مکان میں آپ حضرات والدین الماجدین مکۃ المکرمہ میں ہر سال آکر اقامت فرمایا کرتے تھے۔ امسال وہ مکان حرم الشریف کی توسیع کے سلسلہ میں منہدم ہوگیا ہے۔ وہ مکان کعبۃ اللہ شریف کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ اس سے زیادہ قریب اور کوئی مکان نہیں تھا۔ کئی لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کیسے بابرکت تھے جب تک تشریف لاتے رہے یہ مکان سلامت رہا۔ اب ان کے آنے کا امکان ختم ہوگیا تو مکان بھی گر گیا۔ ادھر آپ نے لکھا "قبل ازیں میرا ارادہ اس بارے میں بڑا مضبوط تھا۔ لیکن اب اس میں کچھ تزلزل آگیا ہے"

بہرحال اب وہ مکان گیا۔ جب آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا تو سب وسائل مخالف ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

تمام حضرات احباب کرام و پرسان حال کو سلام مسنون

والسلام مع الاکرام
۱۹ صفر ۱۳۸۲ھ
۲۱ جولائی ۱۹۶۲ء
یوم السبت

۱۷ اگست ۱۹۶۲ء

خدام الدین - لاہور

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

سوانح حیات حضرت مولانا احمد علیؒ کی تدوین و اشاعت

تفسیر قرآن حکیم و تدریس حدیث و فقہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نہ صرف عالم دین تھے بلکہ زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

حضرتؒ کی ساری زندگی قرآن و سنت کے درس میں گزری۔ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنا ہر سانس وقف کر دیا تھا۔ آپ عمر بھر شرک و بدعت، کفر و الحاد اور رسوم قبیحہ کے خلاف مصروفِ جہاد رہے۔ ہزاروں گم کردہ راہ بدعقیدہ لوگ جو شعائر اسلام کا تمسخر اڑاتے تھے، آپ کی بصیرت افروز تقریر و تحریر سے متاثر ہو کر راہِ راست پر آ گئے اور اب سچے مسلمان کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ یہ کارنامہ ہر لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کی جیتی جاگتی تفسیر تھے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، غرضیکہ ہر عمل اور ہر قول محض رضائے الٰہی و خوشنودیٔ رسولِ برحق کے لیے تھا۔ آپ کے اقوال و اعمال ملتِ اسلامیہ کے لیے تا قیامت مشعل راہِ ہدایت کا کام دیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اور زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ہر قول طالبانِ حق کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔

حضرت کے عقیدت مند یہ سن کر خوش ہوں گے کہ پاکستان کے مشہور ادارۂ طباعت و اشاعت "فیروز سنز" نے اس مایۂ ناز دینی رہنما کے سوانح حیات پر مشتمل ایک مبسوط و مستند کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس گراں قدر کام کے لیے حضرت مولاناؒ سے قریبی تعلق رکھنے والے ایک اہلِ قلم کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس جلیل القدر شخصیت کی حیات پر قلم اٹھانا اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا کسی فردِ واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ سوانح حیات اسی صورت میں جامع و مانع ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ تمام علماء کرام اور صوفیائے عظام جنھوں نے کسی نہ کسی صورت میں حضرتؒ سے فیض روحانی حاصل کیا ہے اور انھیں مولاناؒ کی صحبت میں بیٹھنے، ارشاداتِ گرامی سننے اور انھیں قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ مولاناؒ کی زندگی کے متعلق وہ تمام حالات و واقعات جن کا انھیں علم ہو ارسال کر کے اس کارِ خیر میں مصنف سے تعاون کریں۔

حضرت مولاناؒ کے ذاتی خطوط بھی علم و عرفان کا سرچشمہ ہوتے تھے۔ آپ کی سوانح میں آپ کے وہ تمام خطوط بھی شامل کیے جائیں گے جو آپ نے اپنے احباب، تلامذہ، مریدوں اور معتقدوں کو تحریر فرمائے تھے۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولاناؒ کا کوئی مکتوبِ گرامی محفوظ ہو تو براہ کرم ہمیں ارسال فرماویں۔ انشاء اللہ استفادہ کے بعد بشکریہ واپس کر دیا جائے گا۔

عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ - لاہور